بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمانِ ابوطالب علیہ السلام

۲۰۰۹

پروفیسر سیّد زین العابدین

یومِ حسین آرگنائزنگ کمیٹی

(سینٹرل) پاکستان رجسٹرڈ

Website: www.yhoc.org

نام کتاب	:	ایمان حضرت ابوطالب علیہ السلام
تالیف	:	پروفیسر سید زین العابدین
ایڈیشن	:	دوئم
تعداد	:	ایک ہزار
سن اشاعت	:	دسمبر ۲۰۰۹ء
ہدیہ	:	

ناشر

یوم حسین آرگنائزنگ کمیٹی (سینٹرل) پاکستان رجسٹرڈ

سی-۲۱۷ بلاک نمبر ۱۰- فیڈرل بی ایریا- کراچی Website: www.yhoc.org

صلائے عام

خواہران و برادران ایمانی السلام علیکم!

الحمدللہ حسب وعدہ کتاب ہذا آپ کی زینت نظر محمدؐ و آل محمدؐ کے صدقے میں ہم کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ اس کامیابی کے سلسلے میں قبلہ و کعبہ اپنے بزرگ استاد محترم پروفیسر زین العابدین صاحب قبلہ (مرحوم) کے ہم نہایت مشکور ہیں کہ جنہوں نے ہمارے رہنمائی اور کتاب کو تصنیف کر کے ہماری مدد فرمائی۔ یہ بات ہمارے لئے باعث فخر ہے۔ کہ آپ نے انتہائی خلوص اور محبت کے ساتھ ہمارے خواب کو حقیقت کا رنگ عطا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جوار محمدؐ و آل محمدؐ میں جگہ عطا فرمائے۔

اراکین یوم حسینؑ آرگنائزنگ کمیٹی (سینٹرل) رجسٹرڈ پاکستان کا بصد شکریہ کہ ہماری تمام کاوشیں انہی کی مہربانیوں کا نتیجہ ہیں۔ اس دعا کے ساتھ کے یہ سلسلہ یونہی جاری رہے۔ اجازت

آپ کی دعاؤں کا طالب

چیئرمین

یوم حسینؑ آرگنائزنگ کمیٹی (سینٹرل) رجسٹرڈ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمدؐ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ

سورۃ الفاتحہ

برائے ایصال ثواب

تمام مومنین ومومنات، مرحومین

یوم حسینؑ آرگنائزنگ کمیٹی (سینٹرل) رجسٹرڈ پاکستان

اور

خاص طور پر شہدائے ملتِ جعفریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمدؐ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ

جناب حضرت ابوطالبؑ کا ایک معرکتہ الآرا خطبہ

جناب حضرت ابوطالبؑ کا وہ معرکتہ الآرا خطبہ آپ نے رسول خداؐ کے نکاح کے وقت دیا۔ یہ خطبہ ہی حضرت ابوطالبؑ کے ایمان کی نشانی کے لئے کافی ہے۔ (تمام کتب سیر میں یہ موجود ہے)۔

چند کتب کا حوالہ یہ ہے "ابوطالبؑ مومن قریش۔ عبداللہ الخنیزی، السیرۃ النبویہ ج ۱ صفحہ ۱۰۶، الحلبیہ ج ۱ صفحہ ۱۶۵، شرح النہج ج ۳ صفحہ ۳۱۲، تذکرۃ الخواص صفحہ ۳۱۲، اعجاز القرآن باقلانی وغیرہ"

الحمد للہ الذی جعلنا من ذریتہ ابراہیم، وزرع اسماعیل، وضئضئ معد، وعنصر مضر، وجعلنا حضنتہ بیتہ، وسواس حرمہ، وجعل لنا بیتا محجوجا، وحرما آمنا، وجعلنا حکام الناس.

ثم ان ابن اخی ھذا۔ محمد بن عبداللہ۔ لا یوزن برجل، الا رجح بہ: شرفا، ونبلا، و فضلا، وعقلا

فان کان فی المال قل، فان المال ظل زائل، وامر حائل، وعاریہ مسترجعۃ ومحمد قد عرفتم قرابتہ وقد خطب خدیجہ بنت خویلد وبذلہا ما آجلہ وعجلہ۔ کذا وھو واللہ بعد ھذا لہ نبا عظیم وخطر جلیل جسیم۔

شکر ہے اس معبود کا کہ جس نے ہمیں ابراہیمؑ کی ذریت، اسماعیلؑ کی نسل، معد کا معدن، مضر کا جوہر، کعبہ کا نگران اور حرم کا محافظ بنایا۔ حرم وکعبہ ہمارے حوالے کر کے ہمیں تمام لوگوں کا حاکم بنا دیا۔ یاد رکھو، میرا یہ بھتیجا محمدؐ شرف ونجابت، فضل وعقل کے اعتبار سے تمام دنیا سے بہتر ہے یا اگرچہ مالی اعتبار سے کمزور ہے، لیکن مال کیا ہے؟ ایک ڈھلتا ہوا سایہ، ایک پلٹا کھاتی ہوئی شے، ایک واپس ہونے والی رعایت۔۔ تم لوگ محمدؐ کی قرابت سے واقف ہو، اب انہوں نے خدیجہ بنت خویلد کو پیغام دیا ہے اور مہر مقرر کیا ہے۔

یاد رکھو! ان سب باتوں کے علاوہ محمدؐ بڑا جلیل القدر عظیم المرتبت انسان ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمدؐ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ

مرکزی کابینہ

سید فرحان مہدی — چیئر مین

علی قنبر زیدی — وائس چیئر مین

سید اسد حیدر — جنرل سیکریٹری

سید حیدر عباس — جوائنٹ سیکریٹری

اسد عباس حسینی — خازن

سید محمد شاکر — معاون خصوصی

سید علی مہدی (ممبر) — محمد یوسف (ممبر)

سید حسین حیدر (ممبر) — باسط حسین (ممبر)

ظہیر عباس (ممبر) — سید ثمر عباس (ممبر)

جعفر عباس (ممبر) — شعیب علی زاہد (ممبر)

شہریار عباس (ممبر) — سید موسیٰ مہدی (ممبر)

سید کمیل (ممبر) — سید جعفر علی (ممبر)

سید قمر عباس (ممبر) — سید فراز حیدر (ممبر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمدؐ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ

یوم حسینؑ آرگنائزنگ کمیٹی (سینٹرل پاکستان)

ارکین سپریم کونسل

سید انور عباس زیدی — ضیغم علی زیدی

سید ریحان باقر — وقار حسین زیدی

سید محسن ظہیر — شکیل حسین زیدی

سید حیدر عباس — سید رضا عباس

صفی حیدر کاظمی — ابو محمد نقوی

مختار حسین زیدی — علی جعفری (کینیڈا)

عروج امام — سید علی حیدر (کینیڈا)

جواد حسین — ڈاکٹر رضوان حیدر (امریکہ)

حضرت ابوطالبؑ

نام نامی۔ اسم گرامی عمران یا عبدمناف کنیت ابوطالب۔ یہ رسول اللہؐ کے حقیقی چچا تھے یعنی حضرت عبداللہؑ اور حضرت ابوطالب ایک ہی ماں باپ سے تھے۔ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دادا جناب عبدالمطلب کے بعد حضرت ابوطالب ہی کی آغوش میں تربیت پائی۔ یہ حضور اکرم کے لئے ہردم سینہ سپر رہے۔ ان کی زندگی میں حضور کو کوئی گزند نہ پہنچا سکا۔ ہجرت مدینہ سے دو ایک سال قبل ان کا انتقال ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس سال کو "عام الحزن" یعنی رنج کا سال قرار دیا۔

غالباً ستمبر ۷۳ء کی بات ہے کہ حضرت ابوطالب سے متعلق ایک مضمون ایک مشہور روزنامے میں نظر سے گزرا پڑھ کر بے حد افسوس ہوا۔ ہمیں یاد ہے کہ آریہ سماجی اکثر قرآن پاک کی یہ آیت پڑھا کرتے لاتقربوا الصلوٰۃ۔ نماز کے نزدیک مت جاؤ۔ اور آگے کا یہ ٹکڑا وانتم سکاریٰ۔۔ جبکہ حالت نشہ میں ہو عمداً چھوڑ جاتے۔ اور اس طرح ان پڑھ لوگوں کو گمراہ کرنے کی سعی لاحاصل کرتے۔ بالکل وہی تکنیک پاکستان میں ناصبی حضرات نے اختیار کر رکھی ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ شیعوں کی دل آزاری کے لئے چودہ سو برس کے متفقہ مسائل میں اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایک مشکل بڑی مشکل یہ ہے کہ یہ نواصب اپنے آپ کو اہلسنت ہی ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ سنی ہے، ناصبی ناصبی ہے۔ سُنی اہلبیت رسول کی محبت سے سرشار ہوتا ہے۔ نواصب اہلبیت کرام سے بغض و دشمنی رکھتے ہیں۔

رسول اللہؐ کی پرورش۔ ادھورا حوالہ یہ ایک تاریخی مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش ان کے دادا حضرت عبدالمطلب کے بعد ان کے چچا جناب ابوطالب نے کی۔ کسی نے اختلاف نہ کیا۔ لیکن مذکورہ مضمون میں صاحب مضمون نے یہ کہا کہ رسول اللہؐ کی پرورش جناب زبیر نے کی ہے۔ اور ثبوت کے لئے بلاذری کی عبارت کا ایک ٹکڑا پیش کر دیا۔ "بعضہم ان الزبیر اکفلہ حتیٰ مات" بعض نے روایت کی ہے کہ حضرت زبیر نے آپ کی

پرورش کی یہاں تک کہ انتقال کر گئے۔

بلاذری کا حوالہ رعب ڈالنے کے لئے کافی تھا۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پوری عبارت نقل نہیں کی گئی۔ کیونکہ اس سے ان کے موقف کی تردید ہوتی تھی۔ ایسا کیوں کیا گیا اس کو ہم اللہ پر چھوڑتے ہیں۔ وہی نیتوں کا جاننے والا اور سزا و جزا کا مختار کل ہے۔ ہم بلاذری کی محولہ بالا پوری عبارت پیش کرتے ہیں۔ آپ خود فیصلہ کر لیجئے کہ رسول اللہ کی پرورش جناب ابوطالب نے کی ہے یا کسی اور نے۔

بلاذری کی عبارت انساب الاشراف بلاذری جلد نمبر ۱ ۔ صفحہ نمبر ۸۵ ۔ پوری عبارت یہ ہے:۔ قالوا ولما احتضر عبد المطلب جمع بنیہ فاوصاہم برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان الزبیر بن عبد المطلب وابوطالب اخوی عبد اللہ لامہ وابیہ وکان الزبیر اسنہما فاقترع القرعۃ ایہما یکفل رسول اللہ فاصابت القرعۃ ابا طالب فاخذہ الیہ ویقال بل اختارہ رسول اللہ علی الزبیر وکان الطف عمیہ بہ ویقال بل اوصاہ عبد المطلب بان یکفلہ بعدہ وروی بعضہم ان الزبیر کفل النبی حتی مات ثم کفلہ ابوطالب بعدہ وذالک غلط لان الزبیر شہد حلف الفضول ولرسول لومئیذٍ نیف وعشرون سنۃ لا اختلاف بین العلماء فی ان شخوص رسول ایہ الشام مع ابی طالب بعد موت عبد المطلب باقل من خمس سنین۔

ترجمہ:۔ "جب حضرت عبد المطلب کی وفات کا وقت ہوا تو (آپ نے) اپنے بچوں کو بلایا۔ ان کو آنحضرت کے بارے میں وصیت فرمائی۔ اور زبیر بن عبد المطلب اور ابو طالب حضرت عبد اللہ کے ایک ہی ماں باپ سے بھائی تھے۔ اور زبیر دونوں سے بڑے تھے۔ آپ (عبد المطلب) نے قرعہ اندازی کی کہ رسول اللہ کی پرورش کون کرے۔ تو قرعہ حضرت ابوطالب کے نام نکلا۔ اور انھوں نے (ابوطالب نے) رسول اللہ کو پرورش کے لئے اپنے پاس رکھ لیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خود رسول اللہ نے ابوطالب کو زبیر پر ترجیح دی اور وہ چچاؤں میں سب سے زیادہ آنحضرت پر مہربان تھے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبد المطلب نے ہی ان کو (ابو طالب کو) آپ کی نگہداشت کے بارے میں وصیت فرمائی۔ یہ بھی بعض نے روایت کی ہے کہ زبیر

نے آپ کی پرورش کی یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ابوطالب نے (پرورش) کی اور یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ زبیر حلف فضول کے زمانے میں زندہ تھے۔ اور اس وقت رسول اللہ کا سن مبارک بیس سال سے زیادہ تھا۔ اور اس میں بھی علماء میں اختلاف نہیں کہ جناب رسولِ خدا حضرت ابوطالب کے ساتھ شام گئے اور یہ (واقعہ) عبد المطلب کے انتقال کے پانچ سال کے اندر کا ہے۔"

تو یہ ہے پوری عبارت جس کے بیچ سے یہ ٹکڑا لے لیا گیا کہ "زبیر نے آپ کی پرورش کی" اور یہ چھوڑ گئے کہ "یہ بات غلط ہے"۔ بلاذری نے جو یہ فیصلہ دیا کہ یہ بات غلط ہے کہ حضرت زبیرؓ نے رسول اللہؐ کی پرورش کی یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوا۔ اور پھر ان کے بعد حضرت ابوطالب نے کفالت کی۔ اس کے ثبوت میں وہ دو چیزیں پیش کرتے ہیں۔ اول یہ کہ واقعہ حلف فضول میں جبکہ رسول اللہؐ کی عمر بیس سال سے زائد تھی اس وقت حضرت زبیرؓ زندہ تھے۔ تو یہ کہنا کہ ان کے مرنے کے بعد حضرت ابوطالب نے پرورش کی خلافِ عقل ہے کیونکہ بیس سال سے زائد عمر والے کو کسی کفالت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ دوئم یہ کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت عبد المطلب کے انتقال کے پانچ سال کے اندر ہی حضرت ابوطالب نے شام کا سفر کیا تھا۔ اور اس سفر میں جناب رسولِ خداؐ حضرت ابوطالبؑ کے ساتھ تھے۔ بات صاف ہو گئی کہ کمسنی سے ہی جناب رسولِ خداؐ حضرت ابوطالب کی ہی کفالت میں رہے۔ حضرت ابوطالبؑ کا شام کا سفر اور رسول اللہؐ کا ان کے ہمراہ ہونا آپ کو تقریباً ہر معتبر تاریخ و سیر کی کتب میں مل جائے گا۔ ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد۔ سیرت ابن ہشام (اردو صفحہ ۱۷۴) وغیرہ وغیرہ۔

رسولِ خداؐ حضرت ابوطالب کے دسترخوان پر حضرت ابوطالب نے پرورش بھی کس انداز سے کی کہ جب تک حضور علیہ السلام دسترخوان پر تشریف فرما نہ ہو جاتے اپنے بچوں کو کھانا شروع نہ کرنے دیتے۔ کہا کرتے کہ جب میرا یہ بچہ ساتھ ہوتا ہے تو کھانے میں برکت ہو جاتی ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

ان کا ایثار دیکھئے۔ جب رات کو حضور علیہ السلام سو جاتے تو ابوطالب ان کو اٹھا کر علی کے بستر پر اور حضرت علی کو حضور کے بستر پر لٹا دیا کرتے تاکہ اگر رات کے اندھیرے میں کوئی دشمن

تیر یا نیزے سے حملہ کرے تو بے شک علی زخمی ہوتے ہوں تو ہو جائیں لیکن محمدؐ پر آنچ نہ آنے پائے۔ (تاریخ کامل)

مسندِ ابوطالب پیار کا یہ عالم تھا کہ ذاتی وقار و وجاہت کا بھی خیال نہ فرماتے۔ آپ کی مسند پر کسی کی مجال نہ تھی کہ بیٹھ سکے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بے تکلف بیٹھا کرتے جناب ابوطالب کہا کرتے میرے بچے کو آنے دو اس کا مرتبہ بلند ہے۔

لوگ حضور کی شکایت لے کر حضرت ابوطالب کے پاس آتے۔ آپ انھیں تدبر کے ساتھ ٹال دیتے۔ ایک مرتبہ اسی طرح کچھ کفار شکایت لے کر آئے۔ حضور اکرمؐ آبدیدہ ہو گئے۔ تو حضرت ابوطالب نے محمدؐ سے کہا "جاؤ اور جو چاہے ہو اللہ کی قسم کسی معاوضے پر بھی میں تمہیں ان کے حوالے ہرگز نہ کروں گا۔" (سیرت ابن ہشام)

ایمانِ ابوطالب

الٰہی آبرو رکھ لیجیو ایمان والوں کی
یہ دنیا کر رہی ہے ذکر ایمان ابوطالب (ثمر ہوشنگ آبادی)

حضرت ابوطالب کے ایمان کا اکثر ذکر کیا جاتا ہے لیکن کبھی ان کی جانثاریوں، فداکاریوں، قربانیوں کو نہیں دہرایا جاتا کہ کفار کی دستبرد سے بھتیجے کو کس طرح بچاتے رہے۔ حضرت ابوطالب کے ایمان کی نفی میں چند احادیث بیان کی جاتی ہیں۔ چونکہ کتب احادیث میں بخاری و مسلم کا مقام بلند سمجھا جاتا ہے اس لئے ہم انھیں کی پیش کردہ احادیث کے جائزے پر ہی اکتفا کریں گے۔ امام بخاریؒ نے اس ضمن میں تین حدیثیں پیش کی ہیں۔

احادیث امام بخاری پہلی حدیث:۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ "ہم سے اسحاق نے ان سے یعقوب بن ابراہیم نے ان سے ابی نے ان سے صالح نے ان سے ابن شہاب زہری نے ان سے سعید بن مسیب نے اور ان سے ان کے والد مسیب نے بیان کیا کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب ہوا تو رسول خدا ان کے پاس تشریف لائے۔ پس آپ نے ان کے پاس ابوجہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی امیہ کو پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطالب سے فرمایا: "اے چچا لا الہ الا اللہ کہہ

دیجئے۔ میں تمہارے لئے اللہ کے یہاں اس کی گواہی دوں گا۔ ابوجہل و عبداللہ ابن امیہ نے کہا اے ابوطالب کیا تم عبدالمطلب کے طریقے سے پھرے جاتے ہو۔ پھر رسول خدا متواتر کلمہ شریف پر ان کو دعوت دیتے رہے اور وہ دونوں وہی بات کہتے رہے۔ یہاں تک کہ ابوطالب نے سب سے آخری گفتگو جو ان سے کی اس میں کہا کہ وہ ملت عبدالمطلب پر ہیں۔ اور انھوں نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا (پھر وہ مر گئے) تو رسول خدا نے فرمایا کہ ہاں میں تمہارے لئے استغفار کروں گا جب تک کہ مجھے اس سے ممانعت نہ کی جائے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی "ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ... الخ یعنی نبی اور مومنین کو سزاوار نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں" (سورہ توبہ۔ آیت ۱۱۳) صحیح بخاری جلد اول پارہ پانچ حدیث نمبر ۱۲۵۹) اردو ترجمہ حیرت دہلوی صفحہ نمبر ۳۰۳۔

بخاری شریف کی دوسری اور تیسری حدیث بالکل یہی ہے صرف ابتدائی راوی مختلف ہیں لیکن آخر میں وہی زہری نے سعید بن مسیب سے اور سعید نے اپنے باپ مسیب سے روایت کی ہے۔

حدیث مسلم شریف امام مسلمؒ کہتے ہیں "مجھ سے حرملہ بن یحییٰ نے ان سے عبداللہ بن وہب نے ان سے یونس نے ان سے ابن شہاب زہری نے ان سے سعید بن مسیب نے اور ان سے مسیب نے بیان کیا کہ جب ابوطالب کا وقتِ وفات آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے پاس آئے۔ ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو ان کے پاس موجود پایا۔ رسول اللہ نے فرمایا اے چچا کلمۂ لا الہ الا اللہ کہہ دیجئے اس کے ذریعے میں خدا کے سامنے آپ کے حق میں گواہی دوں گا۔ اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا اے ابوطالب کیا تم عبدالمطلب کے طریقے سے انحراف کرو گے۔ رسول اللہ جناب ابوطالب کو برابر یہ دعوت دیتے رہے اور (وہ دونوں) اپنے قول کا اعادہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جو آخری بات ابوطالب نے کہی وہ یہ تھی کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر (قائم) ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ خیر خدا کی قسم میں آپ کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے۔ پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "ماکان للنبی والذین ... الخ (یعنی نبی اور مومنین کے لئے سزاوار نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں ... الخ) اور اللہ

نے ابوطالب کے بارے میں یہ آیت بھی نازل کی ہے۔ انک لا تھدی من احببت . . . الخ (صحیح مسلم)

آپ نے صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں کی عبارت پڑھ لیں۔ شروع کے راوی مختلف ہیں ورنہ بات ایک ہی ہے۔

نتیجہ | صحیحین کی ان احادیث سے چند باتیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ سلسلہ رواۃ ختم ہوتا ہے سعید بن مسیب پر جو روایت کرتے ہیں اپنے والد مسیب سے۔

۲۔ آیۂ کریمہ ما کان للنبی . . . الخ بوقتِ وفات حضرت ابوطالب نازل ہوئی اور انھیں سے متعلق ہے۔

۳۔ حضرت رسولِ خدا نے جناب ابوطالبؑ کی وفات کے وقت ان پر تبلیغ فرمائی اور ان سے آخری وقت میں کلمہ پڑھنے کو کہا۔

۴۔ حضرت ابوطالب نے کہا میں ملتِ عبدالمطلب پر ہوں۔

روایات کو پرکھنے کے لئے علماء نے کچھ اصول مرتب کئے ہیں۔ نمبر۱۔ اصولِ روایت۔ نمبر۲۔ اصولِ درایت۔

اصولِ روایت کے تحت پہلی دلیل | اس سلسلۂ رواۃ میں سعید بن مسیب کا نام نامی بھی ہے۔ سعید بن مسیب کو ابن ابی الحدید معتزلی نے دشمنِ علی علیہ السلام ثابت کیا ہے۔ یہاں تک کہ عمر ابن علی نے ان کو طمانچہ مارا اور سخت سست بھی کہا۔ (ملاحظہ ہو شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ ۳۷۰)

سعید بن مسیب کے آلِ رسول سے بغض کا یہ عالم ہے کہ انھوں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی نمازِ جنازہ میں بھی شرکت نہ کی۔

ایک ایسا شخص جو دشمنِ علی ہو۔ اور اہلبیتِ رسول سے بغض رکھتا ہو۔ اس کی بیان کردہ روایت وہ بھی ایسی روایت جس میں حضرت علی کے والد کی منقصت کی گئی ہو اسے قبول کرنے میں عقل کو تامل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ شبہ کے امکانات بدرجہ اتم موجود ہیں۔

دوسری دلیل | بغضِ علی علامتِ نفاق ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث ہے۔

"عن ابی سعیدؓ قال نحن معاشر الانصار کنا نعرف المنافقین ببغضهم علیا"

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ ہم انصار لوگ منافقین کو شناخت کرتے تھے بہ سبب بغض علی ابن طالب کے۔

اسی مضمون کی اور بھی کئی حدیثیں ہیں منجملہ ان کے۔ ایک یہ ہے "عباس ابن عبدالمطلب کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن الخطاب کو کہتے سُنا۔ انھوں نے جناب علی کے حق میں کسی شخص کو بُرا کہتے ہوئے پایا۔ وہ اس سے کہہ رہے تھے کہ میرا گمان ہے تو منافقوں میں سے ہے"

ان احادیث سے ظاہر ہے کہ اس زمانے میں حضرت علی سے بغض رکھنے والا منافق سمجھا جاتا تھا۔ اور ان روایات کے پیشِ نظر سعید بن مسیب کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے آپ خود فیصلہ کرلیں۔ ہم کیا کہیں۔ کوئی بھی منصف مزاج مسلمان جس پر سعید بن مسیب کی کیفیات واضح ہوگئی ہوں ان سے کوئی روایت قبول نہ کرے گا۔

تیسری دلیل | اور آگے چلئے ان تمام احادیث کے آخری راوی جناب مسیب ہیں جو بقول صاحب اصابہ فتح مکہ کے موقع پر ۸ سنہ ھ میں ایمان لائے۔ (دیکھو الردین آباء النبی صفحہ ۵۳ - طبع حیدر آباد سندھ) اور حضرت ابوطالب کا انتقال ہجرت سے بھی تقریباً تین سال پہلے ہی ہوچکا تھا گویا مسیب کے اسلام قبول کرنے سے تقریباً دس گیارہ سال پہلے ہی حضرت ابوطالب انتقال فرماچکے تھے۔

اس حدیث میں مسیب کا اس وقت موجود ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ نہ تو وہ خود کہتے ہیں کہ اس موقعہ پر موجود تھے۔ نہ یہ بتاتے ہیں کہ انھوں نے کسی عینی شاہد سے سُنا۔ ایسی حالت میں مسیب والی تمام احادیث جو اوپر درج کی گئی ہیں "مرسل" قرار پاتی ہیں۔

مولانا شبلی نعمانی کا موقف | چنانچہ علامہ شبلی نعمانی سیرۃ النبی میں لکھتے ہیں: "ابوطالب کے اسلام کے متعلق اختلاف ہے۔ محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت چنداں قابلِ حجت نہیں کیونکہ آخری راوی مسیب ہیں جو فتح مکہ میں اسلام لائے اور ابوطالب کی وفات کے وقت موجود نہ تھے۔ اسی بنا پر علامہ عینی (مصنف عمدۃ القاری شرح بخاری) نے اس حدیث کی شرح میں لکھا کہ یہ روایت مرسل ہے۔" (سیرۃ النبی جلد اول شبلی نعمانی صفحہ ۲۴۸)

پس اصولِ روایت کی بنا پر یہ حدیث قابلِ حجت نہیں ہے۔ اور اس سے نہ جناب ابوطالب کا حالتِ شرک میں مرنا ثابت ہوتا ہے اور نہ ان کے والد حضرت عبد المطلب کا۔

اصول درایت۔ پہلی دلیل صحتِ حدیث کے لئے علماء نے چند علامات بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ "قرائن سے معلوم ہوتا ہو کہ حدیث باطل ہے" (کتاب موضوعات کبیر ملا علی قاری) آیئے لسیب والی حدیث کو اس معیار پر بھی دیکھیں۔

واضح ہو کہ آیت ماکان للنبی ... الخ جس کا نزول اس حدیث میں بیان کیا جاتا ہے سورۂ توبہ کی آیت ہے۔ خود امام بخاری کی پیش کردہ حدیث ہے کہ سورۂ توبہ قرآن کا آخری سورہ ہے۔

حدثنا ابو الولید۔ حدثنا شعبہ عن ابی اسحٰق قال سمعت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ الاول آخر آیۃ نزلت یفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالہ وآخر سورہ نزلت براۃ۔

ابو الولید۔ شعبہ۔ ابی اسحاق۔ براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ آخری آیت جو نازل ہوئی وہ آیۃ کلالہ ہے اور آخری سورہ جو نازل ہوئی وہ سورۂ توبہ ہے۔

(بحوالہ کتاب حیات ابوطالب مصنفہ میاں علامہ خالد حنفی۔ طبع منٹگمری (ساہیوال)

ممکن ہے کہ دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ سورہ توبہ آخری سورہ تو ضرور ہے ہو سکتا ہے کچھ آیت پہلے نازل ہوئی ہو، کچھ بعد میں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے فتح باری فی شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۲۳۸ پر اس کی یہ وضاحت کی ہے کہ سورۂ توبہ کا ابتدائی حصہ فتح مکہ کے بعد ۹ سنہ ھ میں اور اکثر حصہ غزوہ تبوک کے وقت نازل ہوا۔ (بحوالہ حیات ابوطالب۔ علامہ خالد حنفی بھوپالی صفحہ ۱۳۳)

حضرت ابوطالب کا انتقال ہجرت مدینہ سے دو یا تین سال قبل ہوا۔ (سہیلی)

اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے دس بارہ سال قبل ہی حضرت ابو طالب کا انتقال ہو چکا تھا۔ پس ظاہر ہے یہ آیت ان سے کسی طرح متعلق نہیں ہو سکتی۔ اس لحاظ سے بھی یہ روایت موضوع قرار پاتی ہے۔

علماء متقدمین اور آیۃ ماکان للنبی اکثر علمائے متقدمین بھی اس بات کے قائل تھے کہ آیت ماکان للنبی ... الخ کا حضرت ابوطالب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ زمخشری تفسیر کشاف میں فرماتے ہیں۔ آیت ماکان للنبی ... الخ حضرت ابوطالب کے بارے میں نازل نہیں ہوئی۔ اسی طرح علامہ سید محمد ابن رسول المقلب برزنجی نے کہا: "یہ آیت حضرت ابوطالب کے بارے میں نازل نہیں ہوئی"۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب شیخ الابطح صفحہ ۶۸۔ مصنفہ سید محمد علی شرف الدین عاملی طبع بغداد ۱۳۲۱ھ۔

پس حدیث کے بارے میں آپ خود رائے قائم کریں۔ اور آگے چلئے۔

اصولِ درایت کی دوسری دلیل: دوسرا اصولِ درایت یہ ہے کہ حدیث قرآن کے خلاف ہو۔ چنانچہ علامہ خالد صاحب انصاری الحنفی بھوپالی کتاب حیاتِ ابوطالب صفحہ ۱۳۳ پر ارشاد فرماتے ہیں۔

"اہم ترین الجھن یہ ہے کہ حضور کی بعثت سے لے کر دس برس تک اور بعثت سے پہلے تیس پینتیس سال تک گویا ۴۵ سال تک (حضرت) ابوطالب اور حضور علیہ السلام کا ساتھ رہا وہ کفیل رہے۔ لیکن حضور علیہ السلام نے بعثت کے بعد سے کبھی تو ابوطالب پر تبلیغ نہیں فرمائی بلکہ یہ موقعہ پایا کہ جب نزع کا عالم ہو گا تب تبلیغ کی جائے گی۔ جو قرآن کے موافق نہیں آتا۔" سورہ نساء۔

ولیت التوبۃ للذین یعملون السیات حتی اذا حضر احدھم الموت وقال انی تبت الئن (پارہ ۵۔ آیت ۱۱۸)

"یعنی توبہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو برائیاں کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آ موجود ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی ہے"

نتیجہ ظاہر ہے کہ اگر راوی سچا ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ معاذ اللہ رسولِ خدا اس آیت کو خاطر ہی میں نہ لائے۔ اور اس شخصیت کے لئے جو عالمین کے واسطے بشیر، نذیر و رحمت بن کر آیا ہو اس کے متعلق ایسا پست تصور کہ وہ قرآن کی کسی آیت کو خاطر میں ہی نہ لایا ہو قابلِ قبول نہیں ہے۔

المختصر اصولِ روایت کے اعتبار سے مسیب کی حدیث مرسل ہونے کی وجہ سے قابلِ ثبوت نہیں اور روایت کے اصولوں پر پوری اترتی نہیں تو پھر کیوں قبول کی جائے۔

اصل واقعہ کیا ہے مسیب والی احادیث تو آپ نے دیکھ لیں۔ اب اصل واقعہ سنئے۔

ابو القاسم عبد الرحمٰن سہیلی پیدائش ۵۰۸ھ مالقہ (مالٹا) وفات مراکش ۵۸۱ھ کتاب الروض الانف طبع مصر ۱۹۱۴ء شرح سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۵۹ پر ہے۔

"قریش کے لوگ حضرت ابو طالب کی وفات کے وقت جمع ہوئے اور ان سے خواہش کی تو حضرت ابو طالب نے آپ کو (رسولِ خدا کو) بلوا بھیجا۔ اور فرمایا کہ اے بھتیجے یہ قریش کے لوگ چاہتے ہیں کہ آپس میں صلح صفائی ہو جائے تو آنحضرت نے فرمایا یا عم کلمۃ واحدۃ یعطونیہا تملکون بہا العرب وتدین لکم بہا العجم۔ اے چچا بس ایک ہی کلمہ ہے جس پر تمام عرب و عجم کی سرداری مل جائے گی۔ تو ابو جہل نے کہا ایک نہیں دس کلمہ تو آنحضرت نے فرمایا کہیں لا الٰہ الا اللہ وتخلعون ما تعبدون من دونہ۔ لا الٰہ الا اللہ کہیں اور دوسرے خداؤں کی عبادت چھوڑ دیں۔ (جس پر) وہ تالیاں بجا کر چلتے بنے۔ حضرت ابو طالب نے آنحضرت سے کہا۔ قال ابو طالب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ما رأیتک سألتہم شططا۔ میں نے تجھے کوئی نامناسب چیز مانگتے ہوئے نہیں سنا (تو نے ان سے کوئی غیر مناسب بات تو نہیں کہی کہ وہ تالیاں بجا کر چلے گئے) اس کے بعد لما تقارب عن ابی طالب الموت قال نظر العباس الیہ یحرک شفتیہ قال فاصغی الیہ باذنہ قال فقال یا ابن اخی واللہ لقد قال اخی الکلمۃ التی امرتہ ان یقولہا۔ جب ابو طالب کے موت کا وقت قریب پہنچا تو عباس نے دیکھا کہ ان کے ہونٹ حرکت کر رہے ہیں۔ تو وہ کان قریب لے گئے اور رسول اللہ سے کہا اے بھتیجے میرے بھائی (ابو طالب) نے وہی کہا جو آپ نے کہنے کو فرمایا تھا۔"

تو یہ تھا وہ واقعہ جو بوقتِ وفات حضرت ابو طالب پیش آیا۔ یعنی قریب الموت ہیں پھر بھی چاہتے ہیں کہ ایسا بندوبست ہو جائے کہ مرنے کے بعد بھتیجا امن و سکون سے اپنے مشن کو جاری رکھ سکے۔ حضور کفار تبلیغ فرماتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ کہو، وہ تالیاں بجا کر چلے

(۱) حضرت عبد المطلب وہ ہیں جن کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے قحط سالی میں پانی برسایا۔ صرف یہی نہیں بلکہ قرب و جوار کے لوگوں نے جب سنا کہ ان کی دعا سے پانی برسا ہے تو وہ وفد لے کر آئے۔ آپ سے اپنی حاجت بیان کی۔ آپ نے ان کے لئے بھی بارش کی دعا کی۔ اور اللہ نے پھر ان کی دعا قبول کی اور اہلِ وفد کے علاقوں میں خوب بارش ہوئی۔

(۲) حضرت عبد المطلب وہ ہیں جن کی دعا کی بدولت ابرہا کے ہاتھیوں پر ابابیل نے حملہ کر کے ان کو برباد کر دیا۔ جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم میں ہے کہ آپ اس وقت یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

اللّٰھم لا اجو لھم سواک — یا رب فامنع عنھم حماک
ان عدو البیت من عادک — فامنعھم ان تخرب قراک

ترجمہ:۔ اے میرے خدا کون ہے بجز تیرے جس سے سہارا لے سکوں۔ اے پروردگار (اب تو ہم عاجز ہیں) تو ہی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔ اے خدا جو تیرے گھر کا دشمن ہے وہ تیرا بھی دشمن ہے۔ اور دشمنِ کعبہ کو ڈھیل نہ دینا۔ کہ وہ تیرا گھر تباہ کر دیں۔

(۳) حضرت عبد المطلب وہ ہیں جنہیں اللہ نے چاہِ زم زم کی نشانیاں خواب میں بتائیں اور کھودنے کا حکم دیا۔ واضح رہے کہ حضرت ابراہیم کو بھی خواب ہی میں حکم ملا تھا کہ اسماعیل کو ذبح کر دو۔ میں پوچھتا ہوں کہ اے اللہ عبد المطلب (اگر کافر تھے) تو وہ ہی رہ گئے تھے کہ چاہِ زم زم کو صاف کریں۔ جہاں چاہِ زم زم اتنے عرصے سے بند تھا کچھ عرصہ اور بند نہ رہ سکتا تھا۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ کفار تو کفار عام مسلمان سے بھی خطاب نہیں کرتا وہ تو صرف مومنین سے ہی خطاب کرتا ہے اور اس کی سنت تبدیل نہیں ہوا کرتی۔

(۴) حضرت عبد المطلب وہ ہیں جو چاہِ زم زم کھودنے میں جیسے جیسے آثار مطابق خواب پاتے تکبیر کہتے جاتے تھے۔ کہیں کفار بھی تکبیر کہا کرتے ہیں۔ کفار کا نعرہ تھا حبل بڑا ہے نہ کہ اللہ بڑا ہے۔ پھر یہ تکبیر کیوں کہہ رہے تھے انھیں تو کہنا چاہیئے تھا حبل بڑا ہے نہ کہ اللہ۔

جاتے ہیں۔ ابو طالب کے ہونٹ ہلتے ہیں عباس ابن عبدالمطلب کان قریب لے جا کر سنتے ہیں،
اور گواہی دیتے ہیں کہ ابو طالب وہی کچھ کہہ رہے تھے جس کا ابھی آپ نے کفار کو حکم دیا تھا۔
اس روایت کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی مدارج النبوۃ میں درج کیا ہے۔
ان کی عبارت ہے:- در روایت ابن اسحاق آمدہ کہ وے اسلام آوردہ بر نزدیک موت و
ابن عباس گفتہ چوں قریب شد موت ابو طالب نظر کرد۔ عباس بسوئے دہنے وے دید کہ می
جنانند لبہائے خود را پس گوش نہاد بوئے او پس گفت بآنحضرت یا ابن اخی واللہ تحقیق
گفت برادر من کلمہ را کہ امر کردی۔

آیتہ ماکان للنبی کا شانِ نزول جہاں تک آیتہ ماکان للنبی ... الخ کا تعلق ہے تو ابن
عباس کا یہ قول بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو زینی دحلان "لوگ اپنے آباء و اجداد کے لئے استغفار
کرتے تھے اس لئے یہ آیت ماکان للنبی ... الخ نازل ہوئی۔ جب آیت آگئی تو اب مردوں کو چھوڑ
کر زندہ بزرگوں کے لئے استغفار کرنے لگے۔ (تب) اللہ نے حضرت ابراہیم کے استغفار
کی علت بیان کر کے اس سے بھی روک دیا۔

چونکہ یہ شاہد صحیح ہے اس لئے اسی پر عمل کرنا چاہیئے اور یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ یہ آیت
عام لوگوں کے بارے میں ہے نہ کہ حضرت ابو طالب کے بارے میں (زینی دحلان بحوالہ
مومن قریش ابو طالب اردو صفحہ ۳۰۳)

اب دونوں صورتیں آپ کے سامنے ہیں۔ مسیب والی روایت بھی اور عباس ابن
عبدالمطلب کا قول بھی۔ اور آیت کے بارے میں مسیب کا بیان بھی اور ابن عباس کی روایت
بھی۔ دلائل ہم نے پیش کر دیئے جو باقی ہیں انشاء اللہ آگے آئیں گے۔ فیصلہ آپ خود فرما
لیں۔ اس لئے کہ اپنے اعمال کا ہر شخص خود ہی جوابدہ ہوگا۔ آپ نے میری قبر میں یا
مجھے آپ کی قبر میں جانا نہیں ہے۔

حضرت عبدالمطلب اب اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت ابو طالب نے بوقت آخر
کہا کہ میں ملت عبدالمطلب پر ہوں تو اس سے ابو طالب یا ان کے والد جناب عبدالمطلب
کا کفر تو ثابت نہیں ہوتا۔ دیکھیں تو سہی کہ حضرت عبدالمطلب مسلمان تھے کہ نہیں۔

(۵) حضرت عبدالمطلب وہ ہیں کہ جنھوں نے ثالث کی تلاش کے دوران جب سب
بھٹک گئے تھے تو پانی پا لینے پر تکبیر کہی تھی۔

(۶) حضرت عبدالمطلب وہ ہیں کہ جنھوں نے جو احکام اپنی قوم میں نافذ کئے اسلام نے
ان کو برقرار رکھا۔

مثلاً ۱۔ ایفائے نذر کا حکم۔ ۲۔ دیت یعنی خون بہا میں ایک سو اونٹ کا
حکم۔ ۳۔ محرم عورتوں سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ ۴۔ گھروں میں پیچھے سے نہ آئیں بلکہ
دروازے سے آئیں۔ ۵۔ چور کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ ۶۔ لڑکی پیدا ہونے
پر اسے قتل نہ کرو۔ ۷۔ شراب حرام ہے۔ ۸۔ زنا حرام ہے۔ ۹۔ برہنہ ہو کر
خانہ کعبہ کا طواف کوئی نہ کرے۔ ۱۰۔ حج میں پاک کمائی صرف ہو۔ ۱۱۔ جھنڈے
والیاں مکہ معظمہ میں نہ رہنے پائیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام وہ احکام ہیں جنھیں حضرت عبدالمطلب
نے نافذ کیا اور جن کو اسلام نے برقرار رکھا۔ شاید اسی لئے وہ ابراہیم ثانی بھی کہے جاتے
ہیں۔

(۷) حضرت عبدالمطلب موحد سزا و جزا کے قائل تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ
اور اونٹوں پر قرعہ اندازی کی جا رہی تھی تو اس وقت آپ خدا سے رجوع کئے ہوئے
یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

یارب انت الملیک المحمود — وانت ربی المبدی والمعید
من عندک الطارف والتلید

اے پروردگار تو ہی صاحب قدرت و اقتدار ہے تو ہی قابلِ حمد و ستائش
ہے۔ تو ہی میرا پالنے والا ہے۔ تو ہی ابتداً عالم وجود میں لانے والا ہے۔ تو ہی مرنے
کے بعد حیات نو بخشنے والا ہے۔ نئی اور پرانی سب چیزوں کا وجود تیرا ہی رہینِ منت
ہے۔ (الملل والنحل شہرستانی)

نبی کو اذیت ان سب باتوں کے باوجود اب بھی اگر کوئی حضرت عبدالمطلب کے کفر کا
قائل ہے تو ہوا کرے یقیناً نبی کریم کے آباء و اجداد کو جب کافر کہا جاتا ہو گا تو ان کو اذیت

پہونچتی ہوگی خصوصاً جبکہ وہ کافر تھے ہی نہیں۔ اور رسول کو اذیت دینے والا بہ نص قرآن کون ہوتا ہے آپ خود سمجھ لیں۔

دو مکاتیب فکر درا صل دین اباء النبی کے سلسلے میں حضرت ابو طالب کے ایمان کے بارے میں دو مکاتیب فکر ضرور ہیں لیکن یہ شیعہ و سُنی کا مسئلہ ہرگز نہیں ہے۔ ہم نے اب تک جو کچھ اوپر لکھا ہے زیادہ تر اہلسنت کی کتب سے ہی لکھا ہے۔ مثلاً تاریخِ آلِ عمران مصنفہ مولانا عزیز الملک سلیمانی مدظلہ۔ حیاتِ ابو طالب از مولانا میاں خالد انصاری حنفی بھوپالی۔ سیرۃ النبی حضرت شبلی نعمانی وغیرہ وغیرہ۔ شیعہ عقیدہ بھی یہی ہے۔ جو ان حضرات کا ہے۔ یعنی نبی کریم کے اباؤ اجداد سب کا دین دینِ اسلام ہی تھا اور رسولِ خدا کا نورِ مبارک پاک اصلاب سے پاک ارحام میں منتقل ہوتا آیا ہے۔ چنانچہ زیارت وارثہ میں ہے۔

" والشهد انک کنت نوراً فی الاصلابِ الشامخۃ والارحام المطھرۃ

شیخ عبد الحق محدث دہلوی اہلسنت کے اکابرین سے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ ان کی عبارت ملاحظہ ہو۔

اما آبائے کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، پس ہمہ ایشاں از آدم تا عبد اللہ طاہر و مطہر اند۔ از دنس کفر و رجس شرک، چنانکہ فرمودہ۔ بیروں آمدہ ام از اصلاب طاہرہ بر ارحام طاہرہ و دلائل دیگر کہ متاخرین علمائے حدیث آں را تحریر و تقریر نمودہ اند۔

جہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آبائے کرام کا تعلق ہے تو جاننا چاہیئے کہ وہ سب کے سب حضرت آدم سے لے کر عبد اللہ تک کفر کی گندگی اور شرک کی نجاست سے طاہر و مطہر ہیں۔ اس پر حضور کا ارشاد گرامی شاہد ہے کہ "میں طاہر مردوں کے صلبوں سے طاہرہ عورتوں کے رحموں میں منتقل ہوتا ہوا عالم وجود میں آیا ہوں۔ اور اس سلسلے میں

اور بھی دلائل ہیں جو متاخرین علمائے حدیث نے بیان کیئے اور لکھے ہیں — ملاحظہ ہو

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شاہ عبد الحق (بحوالہ دین آباء النبی مصنفہ سید حشمت حسین جعفری ایڈووکیٹ صفحہ ۱۲ طبع حیدر آباد)

حضور کی یہ حدیث جو شاہ عبد الحق صاحب نے پیش کی ہے عین مطابق قرآن ہے چنانچہ آئیہ کریمہ وتقلبک فی الساجدین (سورۂ والشعراء آیت ۲۱۹) اس امر پر دال ہے۔

ملت عبد المطلب اب جبکہ علماء کے نزدیک حضرت عبد المطلب موحد بلکہ کیوں نہ کہوں کہ آیت کریمہ ملت ابیکم ابراھیم وھو اسمکم المسلمین کی رو سے مسلمان تھے۔ تو پھر امام بخاری و مسلم کی مسیب والی روایت کے اس حصّے کو اگر مان بھی لیا جائے کہ "میں ملتِ عبد المطلب پر ہوں" تو بھی ایمانِ ابو طالب پر کوئی گزند نہیں پہنچتی بلکہ حدیث شریف کہ میں پاک اصلاب سے پاک ارحام میں منتقل الخ کی رو سے دونوں کا کفر و شرک کی نجاست سے پاک ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔

اور دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام لہذا حضرت آدم کا دین ہو یا حضرت ابراہیم کا۔ یا حضرت عبد المطلب کا۔ ان سبھوں کا دین۔ دینِ اسلام ہی تھا۔ اور جب حضرت ابو طالب کہتے ہیں کہ وہ ملت عبد المطلب پر ہیں پھر ان کا دین بھی دینِ اسلام ہی ہوا۔ اس لحاظ سے بھی وہ مسلمان ہی ٹھہرے۔

آیت کا انداز بیان آئیہ کریمہ ماکان للنبی کا انداز بیان بھی دعوتِ فکر دیتا ہے ذرا الفاظ پر غور کریں۔ ترجمہ یہ ہے کہ "نبی اور مومنین کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں۔ الخ مطلب یہ ہوا کہ تم یہ مت گمان کرنا کہ نبی و مومنین اور خصوصاً نبی آخر الزمان معاذ اللہ مشرکین کے لئے استغفار کرتے ہوں گے یہ ان کی شان کے خلاف ہے حضور تو صاحبِ ما ینطق عن الھویٰ ... الخ ہیں وہ تو اپنی خواہشِ نفس تک لب تک نہیں ہلاتے۔ محمد و آلِ محمد تو وہ ہیں جن کی شان میں ہے وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ (سورۂ ھل اتیٰ) وہ تو صرف وہی چاہتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے۔ ان کے متعلق ایسا تصور کہ وہ کفار و مشرکین کے لئے استغفار کرتے رہیں گے یہاں

تک کہ آیت اتر کر ممانعت کرے گی یہ بات خلافِ عقل ہے۔ بلکہ اس آیت ماکان للنبی سے تو یہ طے پایا کہ جس کسی کے لئے بھی حضور استغفار فرما دیں۔ حضور کا استغفار فرمانا ہی اس کے اسلام و ایمان کی دلیل و سند بن جائے گا۔

حضور نے جناب ابوطالب کے لئے استغفار کیا۔ یہ بات متواتر کی حد تک ہے پس حضور کا حضرت ابوطالب یا فاطمہ بنت اسد کے لئے یا اپنے ماں باپ کے لئے دعائے مغفرت کرنا ہی ان سب کے ایمان کی سند ہے۔ اس سے بڑھ کر اور سند کیا ہو سکتی ہے قرآن کہہ رہا ہے نبی و مومنین کی شان ہی نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں۔ اس کے باوجود پیغمبر جناب ابوطالب، جناب فاطمہ بنت اسد وغیرہ کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔

ایمانِ ابوطالب پر چند محکم دلائل

قولِ دشمن جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو حضور نے گل بنی ہاشم کو جمع کیا ان کو کھانا کھلایا۔ جب وہ سب سیر و سیراب ہو گئے تو حضور نے ان پر تبلیغ فرمائی۔ وہ باتیں بنا کر چلے گئے۔ دوسرے دن پھر حضور نے دعوت کا اہتمام کیا پھر سب جمع ہوئے ان سب کو دودھ پلایا۔ ان پر پھر تبلیغ فرمائی۔ ابولہب نے کہا محمد نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ اور وہ سب چلے گئے۔ تیسرا دن ہوا تو پھر سب کو جمع کیا۔ سبھوں کو دودھ پلایا۔ پھر حضرت نے فرمایا تم میں سے کون ایسا ہے جو میرا وصی اور میرا وزیر بنے اور میرے وعدے پورے کرے اور میرا قرض ادا کرے۔ پس حضرت علی مرتضیٰ جن کا سن سب سے کم تھا اور پنڈلیاں سب سے پتلی اور بحیثیت مال سب سے کم تھے کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا بے شک تم ہی ہو۔

تفسیر مجمع البیان میں اہلسنت کی روایت میں بھی قریب قریب یہی مضمون نقل ہوا ہے اور آخر میں اتنا اضافہ ہے "یہ سُنکر سب لوگ کھڑے ہو گئے اور ابوطالب

سے کہنے لگے" لو اب تم اپنے بیٹے کی اطاعت کرو کہ تمہارے بھتیجے نے اس کو تم پر حاکم بنا دیا" خط کشیدہ الفاظ پر غور کریں۔ رسول اللہ کے مخالفین کہہ رہے ہیں کہ اے ابوطالب تو اب اپنے بیٹے کی بھی اطاعت کرو۔ کیا اس جملے سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اب تک تو تم اپنے بھتیجے ہی کی اطاعت کیا کرتے تھے اب اپنے بیٹے کی بھی اطاعت اسی بھتیجے کے حکم کی بناء پر کیا کرو۔

خدارا انصاف سے بتائیے کہ اللہ۔ رسول اور اولوالامر کی اطاعت کے سوا اور کس چیز کا نام اسلام ہے۔ سبحان اللہ جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے۔ رسول اللہ اور حضرت ابوطالب کے ہمعصر کفار تو ابوطالب کو مسلمان سمجھیں ان پر طعن کریں کہ لو اب اپنے بیٹے کی بھی اطاعت کرو۔ اور اسی بناء پر حضرت ابوطالب سے دشمنی رکھیں اور زمانہ مابعد کے ہم لوگ ان کے کفر کا پروپیگنڈہ کرتے پھریں۔

آیت انک لا تھدی... الخ یہ آیت سورۂ قصص کی ہے جو عموماً تنقیص ایمان ابوطالب میں پیش کی جاتی ہے۔ امام مسلم نے بھی اسی ذیل میں یہ آیت پیش کی ہے۔ جہاں تک اس آیت مبارکہ کا تعلق ہے اس پر کتاب ابوطالب مومن قریش عبداللہ الخیری مکتبہ پیسہ اخبار لاہور میں سیر حاصل تبصرہ موجود ہے۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں ہے۔ چند جملے عرض ہیں۔ ارشادِ باری ہے "یقیناً جس کو (صرف) تم چاہو راہ پر نہیں لا سکتے۔ لیکن اللہ جس کو چاہے راہ پر لے آئے۔ اور ہدایت پانے والوں سے (اللہ) خوب واقف ہے"

مولانا فرمان علی صاحب اعلی اللہ مقامہٗ نے خوب کہا "یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ رسول کی تمنا اور خواہش خدا کی مرضی کے خلاف ہو" یہ کوئی خوش اعتقادی نہیں ہے۔ خود آیت موجود ہے وما تشاؤون الا من یشاء اللہ۔ تم تو وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے۔ پس ماننا پڑے گا کہ اگر رسول خدا نے حضرت ابوطالب کی ہدایت چاہی تو اس میں اللہ کی مرضی بھی شامل تھی۔ کیونکہ اللہ اور رسول کی مرضی میں تضاد ناممکن ہے۔ جب اللہ اور رسول دونوں کی مرضی ہے کہ ابوطالب ایمان لائیں تو پھر کون حضرت ابوطالب کے ایمان پر شک کر سکتا ہے۔ یقیناً وہ ایمان یافتہ ہیں۔ خدا آخری ٹکڑے پر بھی غور کیجئے۔ اللہ

ہدایت پانے والوں سے خوب واقف ہے۔ اس میں ایک لطیف اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ وہ ہدایت پانے والے خواہ اپنے ایمان کا اعلان کریں یا نہ کریں اللہ ان سے خوب واقف ہے۔ وہ دلوں کے بھید جاننے والا بہتر جانتا ہے کہ کون دل سے اللہ اور رسول کا قائل ہے اور کون صرف زبانی دعویٰ کرتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول بھی ہے کہ ابوطالب کی مثل اصحاب کہف کی سی ہے جو اپنے ایمان کو چھپاتے تھے (اصول کافی)

متضاد روائتیں ایک الجھن | انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ایمانِ ابوطالب کے سلسلے میں اس کثرت سے متضاد روائتیں ملتی ہیں کہ ایک عام قاری بیچارہ حیران و پریشان رہ جاتا ہے کہ کس بات پر یقین کرے آیا ابوطالب مومن تھے یا نہیں۔ اسی لئے مدارج النبوۃ کے مترجم مولوی شمس الحسن صاحب بریلوی نے اپنی یہ رائے پیش کر دی کہ اس مسئلے میں سکوت ہی بہتر ہے۔ ان متضاد بیانات کی گنجائش اس لئے نکل آئی کہ حضرت ابوطالب نے اپنے ایمان کی تشہیر نہ کی۔ جیسا کہ قولِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ظاہر ہے۔ حضرت ابوطالب نے اپنے ایمان کی تشہیر کیوں نہ کی اس کی وجہ صاف سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ اعلانِ نبوت سے لے کر انتقالِ ابوطالب تک مخالفینِ اسلام کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ وہ قوت میں بھی بہت زیادہ تھے۔ اور رسول اللہ پر ایمان لانے والے بہت ہی کم تھے ان کی قوت بھی کم تھی۔ اسلام میں زور تو ہجرتِ مدینہ کے بعد سے آیا ہے۔ اور ابوطالب ہجرتِ مدینہ سے دو تین سال قبل ہی انتقال کر چکے تھے۔ الغرض جو کفار حضرت ابوطالب کے ایمان سے واقف تھے وہ تو ان پر طعن کرتے اور جو صرف یہ سمجھتے کہ ابوطالب نے چونکہ محمدؐ کو پالا ہے یہ ان کے بھتیجے ہیں اس لئے محبت کرتے ہیں وہ لوگ ان کے پاس آنحضرت کی شکائتیں لایا کرتے۔ یہاں تک کہ انھوں نے ایک خوبصورت جوان کو بھی پیش کیا کہ لو اس کو اپنا بیٹا بنا لو۔ اور محمدؐ کو ہمارے حوالے کر دو۔

اب اگر حضرت ابوطالب اپنے ایمان کی تشہیر کر دیتے تو ان کی وہ حیثیت تو نہ رہ

جاتی کہ لوگ ان کے پاس رسول اللہ کی شکائتیں لے کر آتے۔ رسولِ خدا بھی حضرت ابوطالب کی اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ چنانچہ شعب ابی طالب سے رسول اللہ نے اپنے انھیں چچا حضرت ابوطالب ہی کے ذریعے کفار کو کہلا بھیجا تھا کہ ہمارے خلاف جو معاہدہ کیا گیا تھا ذرا جا کر اس کاغذ کو تو دیکھو جس پر معاہدہ تحریر کیا گیا تھا سب صاف ہو گیا ہے۔ صرف اللہ کا نام باقی ہے۔ حضرت ابوطالب بھی سمجھتے تھے کہ وہ اگر اپنے ایمان کو شہرت دے دیں گے تو پھر وہ بھی ایک پارٹی بن جائیں گے۔ اور پارٹی بن جانے کے بعد وہ رسول اکرمؐ کی اس طرح محافظت نہ کر سکیں جس طرح انھوں نے کی اور جس کی ضرورت تھی۔ پس انھوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ جو ان کے ایمان سے واقف ہے واقف رہے جو نہیں جانتا نہ جانے۔

نقشِ نگیں | حضرت ابوطالب کا نقش نگیں تھا۔

"رضیت باللہ ربا و بابن اخی نبیا و بابنی علی وصیا"

(عبیداللہ امرتسری سوانح جناب امیر بحوالہ حاشیہ فرمان ترجمہ صفحہ ۲۵ ح بسلسلہ آیت انک لاتہدی من احببت ... سورہ قصص) ترجمہ۔ میں راضی ہوا اللہ کی ربوبیت پر اپنے بھتیجے کی نبوت پر اور اپنے بیٹے علی کی وصایت پر۔ اب فرمایئے اسلام میں کیا کسر باقی رہ گئی۔

کیا فعلِ رسول خلافِ حکمِ خدا تھا | قرآن کریم کی متعدد آیات ہیں جن میں کفار و مشرکین سے دوستی سے منع کیا گیا ہے۔ مثلاً

۱۔ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ... الخ (آل عمران آیت نمبر ۲۸)

مومن۔ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔

۲۔ بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ... الخ۔ (سورہ نساء)

ان منافقوں کو جو مومنین کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں یہ خوشخبری

سنا دو کہ ان کے لئے دردناک عذاب مہیا ہے ۔

۳ - فلا تتخذ و منھم اولیاء ... الخ (سورۂ نساء آیت نمبر ۸۹)

پس تم ان (کفار) میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ ۔

۴ - یا ایھا الذین امنو لا تتخذ و الکفرین اولیاء من دون المومنین اتریدون ان تجعلو للہ علیکم سلطناً مبینا ۔ (سورۂ نساء آیت نمبر ۱۴۴)

"اے ایمان والو تم مومنین کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ کیا تم یوں چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالےٰ کی حجت صریح قائم کر لو ۔"

ہم سر دست انھیں چار آیتوں پر اکتفا کرتے ہیں ۔ احکام واضح ہیں کہ کفار کو دوست نہ بناؤ ۔ اب بتایئے ان صاف احکامات کے باوجود جناب رسولِ خدا نے اپنے چچا حضرت ابو طالب سے قطع تعلق کیوں نہ کیا ۔ کیوں ساتھ رہے ۔ مثلاً شعب ابی طالب ہی میں تین برس سے زائد عرصہ تک ساتھ رہے ۔ اب دو میں سے ایک بات ماننی پڑے گی ۔ یا تو حضرت ابو طالب کافر نہ تھے اور اگر معاذ اللہ کافر تھے تو پھر رسول اللہ نے خاکم بدہن احکام خداوندی کی خلاف ورزی کی ۔ جو ناممکن ہے ۔ جبکہ دوسرے چچاؤں ابو لہب و ابو جہل سے صرف کفر ہی کی وجہ سے قطع تعلق رہا ۔

بے تکلف بات | بے تکلف بات تو یہ ہے کہ امام بخاری و مسلم کی علمیت تسلیم ان کی محنت قابلِ ستائش لیکن تھے وہ انسان ہی ۔ بات جب رسول پر آئے گی تو بھائی معاف کرنا ہمیں ہر بزرگ کے مقابلے میں رسول کی عزت زیادہ پیاری ہے ۔

کیا کافر کسی مسلمان کا نکاح پڑھا سکتا ہے ؟ | تاریخ یعقوبی جلد ۲ ۔ صفحہ ۱۲۰ سے حضرت ابو طالب کے خطبۂ نکاح کا اقتباس پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں ملاحظہ ہو ۔

"الحمد للہ الذی جعلنا من ذرع ابراھیم و ذریۃ اسمٰعیل، وجعل لنا بیتاً محجوجاً و حرماً امناً، وجعلنا الحکام علی الناس، و بارک لنا فی بلدنا الذی نحن بہ ثم ان ابن اخی محمد بن عبد اللہ لا یوازن برجل من قریش الا رجح و لا یقاس باحد الا عظم منہ و ان کان فی المال قل فان المال رزق حامل وظل زائل ولہ فی خدیجۃ رغبۃ ولھا فیہ رغبۃ ... "

سزاوار ہے تعریف کا وہ اللہ جس نے ہم کو زرع ابراہیم اور ذریتِ اسماعیل سے پیدا کیا ۔ اور ہم کو ایسا گھر عطا کیا جس کا طواف کیا جاتا ہے اور محفوظ حرم ہے ۔ اور ہم کو لوگوں پر حاکم بنایا اور ہمارے لئے یہ شہر جس میں ہم ہیں مبارک قرار دیا اور یہ میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ قریش میں سے کسی کے پلہ میں نہیں ہوتا ۔ مگر وہ پلہ بھاری ہو جاتا ہے ۔ اور کسی سے برابری کی جائے تو وہ بڑھ جاتا ہے ۔ (محمد بن عبد اللہ) اگرچہ مال میں کم ہے ۔ کیونکہ مال وہ رزق ہے اور ایسا سایہ ہے جو ادلتا بدلتا رہتا ہے اور اس کو (محمدؐ) خدیجہ میں اور خدیجہ کو ان سے رغبت ہے ۔

پھر تتمہ خطبہ یہ ہے ۔

" وصداق ما سالتموہ عاجلہ من مالی ولہ و اللہ خطبٌ عظیم و نبأ شایع ۔

اور تتمہ خطبہ یہ ہے ۔ مہر جو تم نے چاہا وہ میرے مال سے حاضر ہے اور اسی (اللہ) کی قسم اس کے کارنامے عظیم ہوں گے اور خبر (دنیا بھر میں) پھیل جائے گی ۔

یہ خطبہ سیرۃ حلبیہ میں بھی اسی طرح درج ہے ۔ بقول پنڈت غلام حسنین صاحب مرحوم سابق نیک رام کہ کیا کسی مسلمان کا نکاح ایک کافر پڑھا سکتا ہے چہ جائیکہ ختم المرسلین و خاتم النبیین کا نکاح ۔ (میں نے سب سے پہلے یہ دلیل مرحوم ہی کی ایک تقریر میں سنی تھی) آخری ٹکڑا کہ اس کی خبر دنیا میں پھیل جائے گی اس پر غور کیجئے اور یہ آیت بھی دیکھیے ورفعنا لک ذکرک کہ دونوں میں کتنی ہم آہنگی ہے ۔ الغرض اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ کافر نہ تھے ۔

کیا اللہ سے بھی یہ ہو ممکن ہے | اللہ جزائے خیر دے مولانا محمد مصطفےٰ صاحب جوہر قبلہ مدظلہ کو انھوں نے ایک اور آیت کی طرف رہنمائی کی ملاحظہ ہو ۔

ما اشھدتھم خلق السمٰوٰت والارض ولا خلق انفسھم و ماکنت متخذ المضلین عضدا ۝

(سورۂ کہف آیت نمبر ۵۱)

"اور میں نے آسمانوں کی اور زمین کی پیدائش کا ان کو گواہ نہیں بنایا ہے اور نہ ان کی پیدائش کا اور میں گمراہ کرنے والوں کو قوتِ بازو (یا دست) و بازو نہیں بناتا"

دوسرے لفظوں میں یعنی اللہ گمراہوں کا احسان نہیں لیا کرتا۔

کوئی گمراہ ہو خواہ کافر ہو یا مشرک اللہ ان سے کوئی مدد نہیں لیتا نہ ان کو اپنا مددگار بناتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی سنت تبدیل نہیں ہوا کرتی۔ ولن تجد لسنت اللہ تبدیلاً۔ اور یہ بھی طے ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ کی پرورش جناب عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضرت ابوطالب ہی نے کی۔

لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یا تو حضرت ابوطالب کافر مشرک گمراہ وغیرہ نہ تھے۔ اور اگر معاذ اللہ وہ کافر گمراہ ہی تھے تو پھر اللہ تعالےٰ کو کیا کہا جائے کہ خاکم بدہن خود اپنا فرمانا بھی یاد نہ رہا۔ جو یقیناً کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ الغرض سورۂ کہف کی اس آیت سے بھی ایمانِ ابوطالب ثابت ہے۔ یاد رہے اب بات رسول تک نہیں رکتی بلکہ خود اللہ تعالےٰ تک بات جاتی ہے۔

حق تو یہ ہے کہ حضرت ابوطالب مسلمان تھے اور اللہ نے ہی ان کو پرورشِ جناب ختمی مرتبت کے لئے مقرر کرایا۔ ورنہ قرعہ ان کے نام کیوں نکلتا۔ پھر اللہ کو حضرت ابوطالب کی یہ خدمت پسند آئی ان کو اپنا دوست ٹھہرایا۔ (ذکر آگے انشاءاللہ آئیگا) حضرت ابوطالب نے جو رسول اللہ کو پناہ دی، ان کی پرورش کی۔ اللہ نے اس پناہ دینے کو اپنی پناہ قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد رب العزت ہے "الم یجدک یتیما فاوٰی" کیا آپ کو یتیم پاکر پناہ نہ دی۔ بالکل جس طرح فرمایا اے محبوب یہ کنکریاں آپ نے نہیں پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکیں ہیں۔ اسی طرح ارشاد ہوا کہ اے میرے حبیب کیا ہم نے آپ کو یتیم پاکر پناہ نہ دی۔

حضرت موسیٰؑ و حضرت محمدؐ کی پرورش میں فرق

ممکن ہے وسوسۂ شیطانی ہو کہ جناب

موسےٰ نے بھی تو فرعون کے گھر میں پرورش پائی تھی۔ تو عرض یہ ہے کہ حضرت موسےٰ اور حضرت محمد مصطفےٰ دونوں کی پرورش میں بڑا فرق ہے۔ روزمرہ کی زندگی میں دیکھئے ایک تو ہوتا ہے کسی سے کام لینا اور ایک ہوتا ہے کسی سے اپنی حکمتِ عملی کے ذریعہ کام نکالنا جس سے کام لینا ہوتا ہے اسے اصل حقائق سے آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ پھر یہ کام کرنے والے کے اختیار میں ہوتا ہے کہ کام کرے یا نہ کرے۔ کام کرنے سے پیدا ہونے والے خطرات بھی اس کے پیشِ نظر ہوتے ہیں۔ پس اگر ایسا شخص کام کرتا ہے تو سب کچھ جان بوجھ کر ہی کرتا ہے۔ سمجھ بوجھ کر خطرات کو مول لیتا ہے۔ وہ ہمارا محسن معین مددگار۔ دست و بازو قرار پاتا ہے۔

اس کے برخلاف جس سے بذریعہ حکمتِ عملی کام نکالنا ہوتا ہے اس سے حقائق بڑی حد تک پوشیدہ ہی رکھے جاتے ہیں۔ یوں کہہ لیجئے ایک طرح کا مکر کیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں مطلوبہ کام اس کے ہاتھوں انجام پا جاتا ہے اور بس۔ اس صورت میں کام کرنے والے نے کوئی احسان نہیں کیا۔ اسے حقیقت کا علم ہی نہ تھا۔ اگر علم ہو جاتا تو کام کو کبھی نہ ہونے دیتا۔ پس یہ دوسرا شخص جس کے ہاتھوں ہماری حکمتِ عملی سے کام انجام پا گیا کسی طرح بھی ہمارا معین مددگار دست و بازو نہیں کہلایا جا سکتا۔ شاید اسی لئے ہے کہ "الاعمال بالنیات" عمل کا انحصار نیت پر ہے۔ موجودہ عدالتوں میں بھی نیت کو دیکھا جاتا ہے۔

یہی فرق تھا حضرت ابوطالب کی پرورش کرنے میں اور فرعون کے پرورش کرنے میں۔

حضرت ابوطالب جانتے تھے کہ ان کا بھتیجا کون ہے انھیں جناب رسولِ خدا کی پوری پوری معرفت حاصل تھی۔ جب ہی تو ایک مرتبہ جب قحط پڑا اور لوگوں نے طے کیا کہ لات و عزیٰ سے استغاثہ کیا جائے۔ وہ حضرت ابوطالب کے پاس بھی آئے اپنا خیال ظاہر کیا۔ حضرت ابوطالب نے اختلاف کیا۔ اور اپنے کم سن بھتیجے کی انگلی پکڑے ساتھ لئے ہوئے خانۂ کعبہ پہنچے۔ اس بچے کی انگشتِ شہادت

آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کی (زرقانی شرح مواہب لدنیہ) اگر معرفت نہ تھی تو بھتیجے کے توسط سے دعائیں کیوں کی اور پھر اللہ نے رحمت اللعالمین کے صدقے میں خوب ہی پانی برسایا۔

اور آگے چلئے شام کے سفر میں جب بحیرہ راہب نے قریش کی دعوت کی سب لوگ شریکِ دسترخوان ہوئے اور رسول اللہ بوجہ صغر سنی کے مال و اسباب کے پاس ہی رہ گئے تھے۔ پھر راہب کے اصرار پر آپ کو گود میں اٹھا کر لے جایا گیا۔ اس نے بھی پیش گوئی کہ یہ "سید المرسلین ہیں"

پھر جب اور بڑے ہوئے آپ نے بھتیجے محمدؐ اور بیٹے علی کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپ نے اپنے دوسرے بیٹے جعفر سے کہا تم بھی شریک ہو جاؤ (سیرۃ ابن ہشام)

پھر ایک مرتبہ حضور گم ہو گئے تو حضرت ابوطالب نے اپنی قوم کے جوانوں کو اکٹھا کیا کہ تلواریں سونت لیں اور ایک ایک جوان ایک ایک سردار قریش کے پاس پہنچ جائے اور قتال کرے۔ یہ اس تیاری کے ساتھ روانہ ہونے ہی والے تھے کہ حضور کے بارے میں آپ کو اطلاع مل گئی۔

پھر جب قریش ایک جوان کو لائے کہ اس کو اپنا بیٹا بنا لو محمد کو ہمارے حوالے کر دو کہ ہم قتل کر دیں۔ آپ نے ان کو دھتکار دیا۔

پھر شعب ابی طالب میں تین برس سے زائد عرصہ تک مصیبتیں اٹھائیں۔ کیا ابوطالب نہیں جانتے تھے کہ قریش ان کے کیوں دشمن ہو رہے ہیں۔ صرف اس لئے کہ انھوں نے رسولِ خدا کا ساتھ دیا۔

الغرض حضرت ابوطالب نے حضور علیہ السلام کا ساتھ دیا اور حفاظت کی۔ تو جان بوجھ کر۔ ان کی عظمت کا اعتراف کر کے ساتھ دیا۔ ان کی پرورش کی تو سمجھ کر۔ معرفت کے ساتھ پرورش کی۔ اسی لئے اللہ نے ان کی پناہ کو اپنی پناہ قرار دیا۔

اس کے برخلاف حضرت موسٰے کو زنِ فرعون لے گئیں اور پرورش کیا۔ فرعون ہرگز نہ سمجھتا تھا کہ یہ کون بچہ اس کے گھر میں پرورش پا رہا ہے۔ اگر وہ جانتا تو قتل کرا دیتا۔

چنانچہ جب اس کو شبہ ہوا کہ کہیں یہ وہی بچہ تو نہیں جس کی کاہنوں نے خبر دی ہے۔ تو اس نے امتحان لینا چاہا۔ اور اللہ نے اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار یوں فرمایا کہ دیکھ جس موسٰے کے خوف سے تو بچوں کو قتل کراتا پھرتا ہے، ماؤں کی گودوں کو خالی کراتا پھر رہا ہے وہی موسٰے تیرے گھر میں پرورش پا رہے ہیں۔ خیر اس نے امتحان کے لئے دہکتا ہوا آگ کا انگارہ ایک طرف رکھا۔ اس کے برابر میں لعل شب چراغ رکھا ایسے موقع پر اللہ نے مکر کیا۔ آپ لفظ مکر پر چونکیں نہیں۔ خود ارشادِ باری ہے واللہ خیر الماکرین۔ اور جناب موسٰے کا ہاتھ آگ پر ڈال دیا۔ گویا اپنے عمل سے جان بچانے کے لئے اس کو مغالطے میں ڈال دیا کہ میں وہ نہیں ہوں جس سے تو ڈر رہا ہے۔ میں ایک معمولی بچہ ہوں (اسی کا نام تقیہ ہے) حضرت موسٰے کا ہاتھ زخمی ہو گیا۔ وہ انھیں ایک عام معمولی بچہ سمجھ کر پرورش کرتا رہا۔ اس کی ہرگز یہ نیت نہ تھی کہ اس بچے کو پرورش کرے یا اپنے گھر میں جگہ دے جو آگے چل کر اوالعزم پیغمبر ہونے والا ہے۔ لہٰذا فرعون کے گھر میں حضرت موسٰے کی پرورش سے فرعون اللہ کا دست و بازو ہرگز ہرگز نہیں کہلایا جا سکتا۔

امیر معاویہ حضرت ابوطالبؑ کے ایمان کے قائل تھے

یہ ایک ناقابلِ تردید مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور امیر معاویہ میں زبردست اختلافات رہے ان کے درمیان ہولناک جنگیں ہوئیں۔ امیر معاویہ نے کوئی موقعہ حضرت علی کی تذلیل کا ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ بر سر منبر حضرت علی پر سب و شتم کا سلسلہ جاری کیا۔ خدا بھلا کرے حضرت عمر ابن عبد العزیز اموی کا کہ انھوں نے اس رسم قبیح کو بند کرایا۔ یہ سب کچھ کیا لیکن حضرتِ ابوطالب کے کفر کا ذکر انھوں نے نہ کیا۔ حتٰی کہ ایک موقعہ پر حضرت علی نے ان کو لکھا بھی "عبد اللہ علی امیر المومنین کی طرف سے معاویہ بن صخر کو معلوم ہو کہ تو کافر کا بیٹا ہے۔ تجھے اسلام اور مسلمانی کی کیا قدر" (تاریخ اعثم کوفی اردو صفحہ ۴۳۵)

بتائیے اس کے جواب میں کیا کہنا چاہئے تھا۔ اگر حضرت ابوطالب کافر ہوتے

تو جناب معاویہ فوراً اُلٹ کر جواب دیتے کہ تمہارے باپ بھی تو ۔ ۔ ۔ ۔ انہوں نے خط کا جواب تو دیا لیکن اس بات کو گول کر گئے ۔ بلکہ میں تو ایک بات اور کہوں گا وہ یہ کہ اگر ذرا بھی گنجائش ہوتی کہ کفر کا الزام حضرت ابو طالب پر تھُپ سکے گا تو بھی معاویہ صاحب ہرگز ہرگز ان پر کفر کا طعنہ دیئے بغیر نہ چوکتے ۔ کیونکہ جب حضرت عمار یاسر حضرت علی کی طرف سے جنگِ صفین میں شہید ہو گئے اور لوگوں کو حدیثِ پیغمبر یاد آئی کہ "اے عمار تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا ۔ تم ان کو جنت کی طرف بلاتے ہو گے وہ تمہیں جہنم کی طرف بلاتے ہوں گے " (بخاری شریف) اور فوج میں ہلچل مچ گئی تو اس وقت معاویہ صاحب اور عمر عاص نے یہ پراپیگنڈہ کیا کہ ان کو قتل کرنے والے ہم کون ۔ نہ علی ساتھ لاتے نہ وہ قتل ہوتے ۔" غرض کہنے کی یہ ہے کہ جو بزرگ ایسے مضحک فلسفے سے لوگوں کو مطمئن کر سکتے تھے ۔ وہ اپنے باپ پر کفر کا طعن سُنکر پی جائیں جواب نہ دیں ۔ یہ جواب نہ دینا ہی اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ اس زمانے میں ایمانِ ابو طالب اس حد تک مسلّم تھا کہ ذرا بھی گنجائش نہ تھی کہ ان پر کفر کا الزام بھی کسی تدبیر سے عائد کیا جا سکے ۔

ایک صورت اور بھی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ امیر معاویہ کفر کو قابل مذمت ہی نہ سمجھتے ہوں اسی لئے جب حضرت علی نے ان کے والد کو کافر کہا تو بھی جناب معاویہ نے بُرا نہ مانا اور نہ ہی پلٹ کر حضرت ابو طالبؑ کو کافر کہا ۔ لیکن ہم اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ کوئی مسلمان کفر کو بُرا نہ سمجھے ۔ بلکہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ امیر معاویہ بھی اپنے دیگر ہمعصروں کی طرح ایمانِ ابو طالب کے قائل تھے ۔

حضرت ابو طالب محبِ خدا تھے

روضۃ الواعظین ۔ جلاء العیون وغیرہ میں ایک طویل روایت درج ہے جس کو کتاب حیاتِ ابو طالب میں میاں خالد صاحب حنفی نے بھی نقل کیا ہے ۔ ہم اسی موخر الذکر کتاب سے مختصراً یہاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں ۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حضرت علی کی ولادت سے قبل مثرم بن وعیب ایک مرد مجاہد و راہب رہا کرتا تھا ۔ زہد و عبادت

میں اس کا شہرہ تھا ۔ ایک سو نوے سال تک اس نے خدا کی عبادت کی اور اپنے واسطے کوئی حاجت طلب نہ کی ۔ ایک روز اس نے خدا سے دعا کی کہ اپنے دوستوں میں ایک دوست کو مجھے دکھا دے ۔ پس اللہ تعالےٰ نے حضرت ابو طالب کو اس کے پاس بھیج دیا ۔ جب مثرم نے ابو طالب کو دیکھا اور انوارِ جلالت جبین سے مشاہدہ کئے اُٹھا سر کو چوما اور سامنے بٹھایا ۔ حسب نسب دریافت کیا ۔ جب نسب معلوم ہو گیا پھر کھڑا ہوا بار دگر سر کو چوما اور حمد خدا کرنے لگا کہ اللہ نے مجھے دنیا سے نہ اٹھایا جب تک کہ اپنے ایک دوست کو مجھے دکھا نہ دیا ۔

حضرت ابو طالب کے چند اشعار

حضرت ابو طالب کا ایک مشہور قصیدہ اس کے علاوہ اور کئی موقع کے متفرق اشعار سیرت ابن ہشام ، طبقات ابن سعد وغیرہ میں درج ہیں ۔ ہم سر دست چند شعر پیش کرتے ہیں ۔

حضور کی سچائی کی گواہی

(۱) لقد علموا ان ابننا لا مکذب
لدینا ولا یعنی بقول الا باطل

یقیناً قریش والے یہ بھی جان چکے ہیں کہ ہمارا فرزند (محمد) ہمارے نزدیک جھٹلایا ہوا نہیں ہے ۔ اور وہ تو باطل بات کبھی کہتے ہی نہیں ۔

معجزہ کا اقرار

(۲) وابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامیٰ عصمۃ الا رامل

(محمدؐ) ایسا مبارک ہے جس کے طفیل بارش ہوتی ہے ، وہ یتیموں اور بیواؤں کا والی وارث ہے ۔

حضرت ابو طالب کا یہ شعر بخاری شریف میں بھی درج ہے ۔ (بحوالہ حیاتِ ابوطالب صفحہ ۹۹)

تصدیق نبوت

(۳) أَلم تعلموا أَنا وجدنا محمداً

نبیاکموسیٰ خط فی اوّل الکتب

کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہم نے محمدؐ کو ایسا نبی پایا ہے کہ موسےؑ کی طرح اگلی کتابوں میں اس کا حال لکھا ہے۔

(سیرت ابن ہشام اردو صفحہ ۳۵۳)

اگر سورہ مزمّل کی یہ آیت کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا بھی نظر میں ہو تو شعر کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔ ہمارے کرم فرما جناب مرزا حفاظت حسین صاحب چغتائی الہ آبادی (ریٹائرڈ سیکشن آفیسر حکومتِ پاکستان) نے جب کتاب کے اس حصّہ کو مجھ سے سُنا تو پوچھا کہ یہ شعر پہلے کا ہے یا آیت۔ میں نے عرض کیا سرِ دست جواب سے قاصر ہوں جب تک تحقیق نہ کر لی جائے۔ تو فرمانے لگے چھوڑو اس جھگڑے کو اگر یہ شعر سورہٗ مزمّل کے نزول سے پہلے کا ہے تو پھر یہ کہنا چاہیئے کہ اللہ کو حضرت ابو طالب کی یہ بات اتنی پسند آئی کہ آیت کے ذریعہ تصدیق فرما دی۔ اور اگر یہ شعر سورہٗ مزمّل کے نزول کے بعد کا ہے تو حضرت ابو طالب کا قرآن پر ایمان ثابت ہوتا ہے۔ اگر انھیں قرآن پر ایمان نہ تھا تو انھوں نے یہ شعر کیونکر کہا۔

دین کی سچائی کی گواہی

(۴) فادہ رب العباد بنصرہ
واظہر دینا حقہ غیر باطل

پس بندوں کے پالنے والی ذات نے اس کی (محمد) کی امداد کی اور اپنے سچے دین کو جو جھوٹا نہیں ہے غلبہ دیا۔

(سیرت ابن ہشام اردو صفحہ ۲۶۸)

دین محمدی کو ادیان عالم میں سب سے بہتر سمجھتے تھے

(۵) ولقد علمت بان دین محمدؐ
من خیر ادیان البریہ دینا

میں خوب جانتا ہوں کہ محمدؐ کا دین دنیا بھر کے ادیان سے بہتر ہے۔

(تاریخ خمیس بحوالہ حیاتِ ابو طالب صفحہ ۱۱۹)

محمدؐ کے دشمنوں کو للکارا

(۶) ولسنا نمل الحرب حتی تملنا
ولا نشتکی ماقد ینوب من النکب

ہم (محمد کی حفاظت میں) جنگ سے بیزار ہونے والے نہیں یہاں تک کہ خود جنگ ہم سے بیزار ہو جائے۔ جو آفت بھی آئے ہم اس کے متعلق شکایت کرنے والے نہیں۔

ایمانداری کی بات تو یہ ہے کہ ان کے تمام اشعار پڑھنے کے قابل ہیں۔ ایک ایک لفظ محبت وعقیدت میں ڈوبا ہوا ہے۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو تمام اشعار پیش کرتا۔ ان کے ایمان کو ثابت کرنے کے لئے یہ پانچ شعر ہی کافی ہیں۔

حضرت ابو طالبؑ کا رعب

حضرت ابو طالبؑ کی فراست اور رعب کا اندازہ لگانے کے لئے بس یہی بات کافی ہے کہ ان کی وفات کے بعد ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا کہ اب ان کا کوئی حامی اس پایہ کا نہ رہا تھا پہلے حضورؐ نے طائف کا سفر کیا اور بالآخر مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔

رسول اللہؐ نے جناب ابو طالبؑ کی وفات کے بعد مکہ چھوڑا تو یہ فیصلہ حضورؐ نے خود ہی نہیں کر لیا تھا۔ آپؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر اقدام۔ ہر عمل۔ تابع وحی الٰہی ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ آپ نے مکہ چھوڑا تو بھی وحی الٰہی کی متابعت میں۔ ملاحظہ ہو۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی۔ متوفی ۶۵۶ھ۔ ج۔ ۱۔ ص ۱۰۔

وجاء فی الخبر انه لما توفی ابو طالب
اُوحی الیہ علیہ السلام وقیل لہٗ
اخرج منها فقد مات ناصرک۔

حدیث ہے کہ جب ابو طالب نے وفات پائی تو وحی آئی کہ اب تمہارا مددگار اٹھ گیا اس لئے آپؐ مکہ مکرمہ چلے جائیں۔

ایک بات اور عرض کردوں کئی ایسے احکام الٰہی (وحی وغیرہ) کا ذکر ملتا ہے جو قرآن میں نہیں ہیں
مثلاً خود قرآن شریف سورۂ حشر پارہ 28 آیت نمبر 5۔ ما قطعتم من لینہ ..... فاسقین۔
یعنی (مومنو) ودکھجور کا درخت جو تم نے کاٹ ڈالا یا۔ ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا
تو خدا ہی کے (حکم) اذن سے اور مطلب یہ تھا کہ فاسقین کو رسوا کرے، مفسرین کا اتفاق
ہے کہ یہ آیت بنی نضیر کے درختوں کے کاٹے جانے سے متعلق ہے۔ دیکھو بخاری شریف۔ ج ۲
کتاب التفسیر ص ۹۳۳ وغیرہ۔

ہمارا صرف اتنا سا کہنا ہے کہ بنی نضیر کے درخت کے کاٹنے اور نہ کاٹنے کا حکم قرآن مجید
میں تو کہیں نہیں ملتا۔ بہرحال اس کی کچھ نہ کچھ تاویل ہی کی جاتی ہے۔

بالکل اسی طرح اگر رسول اللہ کو مکہ چھوڑنے کا حکم اس لئے کہ ان کا ناصر
اٹھ گیا قرآن میں نہ ملے تو بنی نضیر کے متعلق حکم کی طرح اس کی بھی تاویل ہی کی جائے گی۔

حضرت ابوطالب کا ایک اور تاریخ ساز کارنامہ

طبقات ابن سعد کی روایت ہے

کانت خدیجہ ذات شرف ومال کثیر وتجارت تبعث الی الشام نیکون عیرھا کعامۃ قریش و کانت تعاجر الرجال وترفع المال مضاربۃ۔

جناب خدیجہ بے حد صاحب شرافت اور بے پناہ مال کی مالک تھیں وہ ایک تاجرہ خاتون تھیں جن کا مال ملک شام (کی منڈیوں میں) جایا کرتا تھا تمام رؤساء قریش کا جتنا مال تجارت ہوا
کرتا تھا اتنا مالِ تجارت تنہا جناب خدیجہ کا ہوا کرتا تھا۔ آپ لوگوں سے اجرت پر تجارت
کا کام لیا کرتی تھیں اور مضاربہ (منافع کی شرکت پر) مال دیا کرتی تھیں۔

تذکرہ خواص الامت (عربی ص 301۔ باب الحادی عشر) پر ہے۔

قال الواقدی وکانت ذات شرف و مال کثیر وتجارۃ تبعث الی الشام فیکون عیرھا کعیر عامۃ قریش وکانت تستاجر الرجال وتدفع المال مضاربۃ

واقدی نے کہا ہے کہ جناب خدیجہ صاحب شرف تھیں اور مال کثیر رکھتی تھیں اپنا مالِ تجارت شام کی طرف بھیجا کرتی تھیں۔ پس ان کے تجارتی قافلے قریش کے تمام
قافلوں کے برابر ہوئے تھے یہ لوگوں کو اجیر بناتیں۔ اور مضاربہ پر مال دیا کرتی تھیں۔

اردو ترجمہ کتاب تذکرہ خواص الامت سبط ابن جوزی متحلق 654ھ ص 360
فصول المہمہ ابن سباغ مالکی میں بھی یہی درج ہے۔ ان تمام میں مضاربہ کا ذکر ہے
پاکستان نے بھی مضاربہ آرڈیننس ۱۹۸۰ء میں نافذ کیا ہے۔

جناب خدیجہ سے قبل کسی تجارت کے ذیل میں مجھ جیسے کم علم کی نظر سے یہ لفظ نہیں
گزرا۔ اس ضمن میں کہا جاتا ہے کہ عرب تجارتی قافلوں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ
جناب خدیجہ کا مال بھی دست برد سے محفوظ نہ رہتا تھا۔ ایک مرتبہ جناب خدیجہ نے
رئیس مکہ جناب ابوطالبؑ کی خدمت میں شکایت کہلا بھیجی کہ اس کا کچھ تدارک کیا
جائے۔ جناب ابوطالبؑ نے اس وقت کہلا دیا کہ بندوبست ہو جائے گا۔

پھر انھوں نے لوگوں کو جمع کیا اور ڈاکے ڈالنے کے بجائے تجارت کی طرف
لوگوں کو رغبت دلائی۔ لوگوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس مال کہاں ہے جو تجارت
کریں۔ پھر اتنا مال کہاں ہے کہ قافلہ تیار کیا جاسکے۔ آپ نے فرمایا جو کچھ بھی مال
ہے اسے خدیجہ کے قافلے میں شامل کر دو۔ ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ اس طرح وہی لوگ
قافلوں کے محافظ بن گئے اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جوائنٹ اسٹاک کی بناء جناب
ابوطالبؑ کے ہاتھوں پڑی۔ اور جن کے پاس کچھ نہ تھا ان کو جناب خدیجہ سے مال
دلوا کر مضاربہ کی ابتداء کی۔ (واللہ عالم بالصواب)

جناب صائم چشتی

جناب صائم چشتی صاحب نے بھی ایک ضخیم کتاب جناب ابوطالبؑ پر تصنیف فرمائی ہے جس میں ان کے ایمان کا تذکرہ نہایت تفصیل سے ہے یہ کتاب حال ہی میں شائع ہوئی ہے اللہ صائم صاحب کو جزائے خیر دے۔

شاہ عبدالحق نے فرمایا۔ ائمہ اہلبیت کا اجماع ہے کہ حضرت ابوطالب مومن تھے۔

ملا محمد المقلب معین ٹھٹھوی

ملا محمد المقلب بالمعین ابن محمد المقلب بالامین ٹھٹھوی ۱۱۶۱ھ۔ مصنف دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب جیسے جید عالم بھی ایمانِ ابوطالب کے قائل تھے۔ اس ضمن میں انھوں نے ایک رسالہ بھی تالیف کیا تھا (ملاحظہ ہو دراسات اللبیب شائع کردہ سندھی ادبی بورڈ)

مولانا کوثر نیازی کا بیان

انھوں نے جلسہ یوم جنت البقیع منعقدہ ۲۷ دسمبر ۷۰ء بیرون موچی دروازہ لاہور بوقت ۹½ بجے صبح تقریر کرتے ہوئے فرمایا "حضرت ابوطالب ہوں یا حضرت خدیجۃ الکبریٰ ان کے احسانات کی وجہ سے اسلام تاقیامت زیر بار رہے گا۔ بعض لوگ (خاکم بدہن) حضرت ابوطالب کے ایمان پر شک کرتے ہیں حالانکہ ایسے لوگوں کا ایمان خود مشکوک ہے" تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ المنتظر جلد ۱۲۔ شمارہ ۲۲ - ۲۳ - ۵/۲۰ جنوری ۱۹۷۱ء۔

علامہ ابن ابی الحدید معتزلی کے دو شعر

ولو لا ابو طالب و ابنہ
لما مثل الذین شخصا و قائما
فذاک بمکۃ اوی وحامی
وھذا بیثرب خاض الحماما

اگر ابوطالب اور ان کے فرزند نہ ہوتے تو کبھی دین اسلام صورت پذیر اور قائم نہ ہوتا۔

ابوطالب نے اس کو مکہ میں پناہ دی اور اس کی حمایت کی اور اس نے (علی مرتضیٰ نے) مدینہ کے معرکوں میں اسلام کے لئے اپنی جان کو تہلکوں میں ڈال دیا۔

(حیاتِ ابوطالب اندرونی ٹائیٹل)

جنگ بدر کے موقع پر حضور نے یاد کیا

جب جنگ بدر کا فیصلہ ہو گیا اور کفار بھاگ گئے آپ نے مقتولین کی لاشیں دیکھیں۔ ان میں وہ بھی تھے جو آپ کے خلاف آتش جنگ بھڑکانے میں پیش پیش تھے۔ یہ منظر دیکھ کر فرمایا "کاش آج ابوطالب زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ ہماری تلواروں نے برابر کے پہلوانوں کو کس طرح ختم کیا" اس جملے میں حضرت ابوطالب کے اس قصیدے کی طرف اشارہ ہے جس میں آپ نے کفار کو اسی انداز سے دھمکی دی تھی۔ (مومن قریش ابوطالب اردو صفحہ ۲۰۶)

قول حضرت ابوبکر

حضرت ابوبکر کے دو قول بھی نظر قاصر سے گذرے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت ابوبکر نے جناب رسولِ خداؐ سے عرض کیا کہ جس طرح آپ کی آنکھ حضرت ابوطالب کے اسلام سے ٹھنڈی ہوئی اسی طرح ان کی (حضرت ابوبکر کی) آنکھ ان کے والد کے اسلام سے ٹھنڈی ہوئی۔

۲۔ حضرت ابوطالب کا انتقال نہ ہوا جب تک کہ انھوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں کہہ لیا۔ اسی کلام کی تصدیق حضرت عباس ابن عبدالمطلب نے بھی کی ہے۔ (شرح نہج البلاغۃ ج ۳ - صفحہ ۳۱۲ بحوالہ مومن قریش اردو ترجمہ

حضرت ابوطالب کا ایک قصور

ممکن ہے دل میں خیال پیدا ہو کہ ابوطالب کے یہ اشعار، ان کی یہ خدمت گذاریاں، قرآن کریم کی یہ آیات ان سب کے باوجود بعد کے دور میں ان کے کفر کا اتنا تذکرہ کیوں؟۔ ہماری سمجھ میں ایک ہی بات آتی ہے اور وہ ہے مخالفتِ علی۔ اسی لئے میں اکثر کہتا ہوں کہ حضرت ابوطالب کا ایک ہی قصور تھا وہ یہ کہ وہ حضرت علی کے باپ تھے۔ حضرت علی کی مخالفت کب کب، کس کس کس قدر میں کس کس رخ ہوئی۔ منافقین کا، خوارج کا اور نواصب کا کیا کردار رہا۔ اہل علم حضرات سے یہ باتیں مخفی نہیں ہیں۔ حضرت ابوطالب اور کفر مجھے تو یہ بھی اسی سلسلے کی کڑی محسوس ہوتی ہے۔ اس موقف کی تائید میں بھی کچھ شواہد پیش کرتا لیکن حالات اور خود اپنی طبیعت بھی اس کی اجازت نہیں دیتی۔

اب اس کو کیا کیا جائے کہ اللہ نے ہی محمد وآلِ محمد کے ذکر کو بلندی عطا کی ہے۔ حتیٰ کہ اس وقت کی نامعلوم دنیا امریکہ کے ریڈ انڈین بھی ان سے متاثر تھے۔

امریکہ کے ریڈ انڈین اور جناب فاطمہ اس ذیلی عنوان کے تحت سال گذشتہ ہم نے عرض کیا تھا کہ کس طرح ایک ریڈ انڈین راہبہ کو خواب میں جناب سیدہ نے گُلِ طاہرہ نامی بوٹی کی نشاندہی کی اور اس کے فوائد سے آگاہ کیا۔ اسی بوٹی گُلِ طاہرہ سے آج کل اُئل آف گل تھیریا تیار کیا جاتا ہے جو بانجھ عورتوں کے لئے بے حد مفید ہے۔ یہ مضمون ہم نے سیارہ ڈائجسٹ کے ایک شمارے سے اخذ کیا تھا چنانچہ اسی کا حوالہ دے دیا تھا۔

مذکورہ پمفلٹ کی اشاعت کے کچھ عرصے بعد مجھے بزرگ صحافی عالی مرتبت جناب حکیم سید محمود گیلانی صاحب مدظلہٗ کا خط اور اس کے ساتھ کتابچہ "خشیتہ البتول" موصول ہوا۔ موصوف ایک مایہ ناز اسلامی محقق ہیں ان کی کتاب "ایلیا" کا نام ہی ان کے تعارف کے لئے کافی ہے۔ دراصل گُلِ طاہرہ سے متعلق ان ہی کا مضمون تھا جو کتابچہ خشیتہ البتول کی شکل میں بہت پہلے شائع ہو چکا تھا اسی مضمون کو کسی صاحب نے اپنے نام سے سیارہ ڈائجسٹ میں شائع کرا دیا۔ اب اس دلیری کو کیا کہا جائے۔ اللہ سید صاحب کو صبر عطا فرمائے۔ چلئے اسی بہانے ان کی داد کا تذکرہ ایک معیاری رسالے کے توسط سے ایک بڑے حلقے میں پڑھا گیا۔

مسلمان کی آبرو ریزی اب حضرت ابو طالب سے قطع نظر ہم ایک عام بات کہتے ہیں وہ یہ کہ ایک اچھے بھلے مسلمان کو اگر بیں کافر ٹھہراؤں تو بتایئے اس کی آبرو ریزی ہوگی یا نہیں اور اسلام میں مسلمان کی آبرو کیا عزت ہے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث سے روشن ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے حضور نے فرمایا "تم مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے پس جو شخص کسی مسلمان کی آبرو ریزی کرے اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت ہے۔ اس کی نہ کوئی نفل عبادت مقبول ہوگی نہ کوئی فرض" (بخاری شریف اردو ترجمہ مرزا حیرت دہلوی جلد اول صفحہ ۴۱۹۔ پارہ نمبر ۷۔ کتاب فضائل مدینہ حدیث نمبر ۱۷۲۵)

اس حدیث کو نظر میں رکھئے اور اپنے گرد و پیش کفر ساز فیکٹریوں کا بھی جائزہ لے لیجئے۔ جس کو چاہا کافر کہہ دیا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے لاتقولو لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا۔ جو کوئی تمہیں سلام کرے اس کے بارے میں مت کہو کہ مومن نہیں ہے۔ تنبیہہ الاشراف مسعودی میں اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ سریہ غالب بن عبداللہ میں اسامہ بن زید نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا تھا۔ لوگوں نے واپسی پر حضور سے شکایت کی۔ حضور نے باز پرس کی تو اس مجاہد نے جواب دیا "حضور اس مقتول نے تو صرف جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھا تھا" آپ نے فرمایا "تو پھر تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا ہوتا کہ سچا ہے یا جھوٹا"

(مزید ملاحظہ ہو بخاری شریف۔ ج۔ ۲۔ کتاب المغازی ص ۶۲۵)

حضور کا ارشاد گرامی ظاہر کرتا ہے کہ حضور کو یہ بات پسند نہ آئی کہ ایک کلمہ گو قتل کر دیا جائے۔ اسی کتاب میں ہے کہ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو کوئی تم کو سلام کرے اس کے بارے میں مت کہو کہ مومن نہیں ہے۔ اب ذرا اس واقعہ پر، اس آیۂ کریمہ پر غور کریں۔ اپنے اعمال کا جائزہ لیں۔ کیا اس تعلیم کے باوجود بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا۔ بھائی اسلام سلامتی کا مذہب ہے۔ تلوار تو اس لئے ہے کہ اس کے بغیر کام بھی تو نہیں چلتا۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

روزمرہ کی زندگی میں دیکھ لیں خواہ فرد ہو یا جمیعت۔ کوئی انصاف بھی نہیں کرتا۔ جب تک کہ ہمارے پاس قوت نہ ہو، انفرادی زندگی میں کوئی کمزور کو بس میں چڑھنے نہیں دیتا۔ ریل گاڑی میں جگہ نہیں دیتا۔ جہاں پانی کی قلت ہو وہاں پبلک نل سے کمزور تو ایک لوٹا پانی نہیں بھرنے پاتا۔ اسے تو کوئی فٹ پاتھ پر چلنے بھی نہیں دیتا۔

اجتماعی زندگی میں دیکھئے ہمارے پاکستان کے ساتھ منگرول، جوناگڑھ، مانادور، کشمیر کے معاملے میں کیا انصاف ہوا۔ اقوامِ متحدہ کی قرار دادیں بھی کیا کر سکیں۔ اور سب سے بڑھ کر مشرقی پاکستان کے معاملے میں ہمارے ساتھ کیسا اچھا انصاف ہوا کہ بیرونی مداخلت کو بھی جائز مان

لیا گیا۔ میرے بزرگو! اگر ملک کمزور رہے گا تو ایسا ہی ہوگا۔ اگر ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ایک کی
حیثیت ہی سے سہی تو کم از کم ملک کے اندر اتحاد و اتفاق کی فضا تو پیدا کر سکتے ہیں ۔ ایسے
مسائل (فرقہ واریت و صوبائیت) جن سے ملک کی سالمیت ہی خطرہ میں پڑ جائے۔ ان کو کھڑا
کرنے سے گریز تو کر سکتے ہیں ۔ ایمان کی کہیے کہ اگر ہمارے پاس قوت ہوتی تو کیا پھر بھی
جونا گڑھ، کشمیر سے لے کر مشرقی پاکستان کے مسائل کا یہی حل ہوتا جو ہوا ہے ۔ یاد رکھئے
دنیا ہمیشہ اپنے مفاد میں طاقت ہی کی طرف جھکتی رہی ہے اور جھکتی رہے گی ۔ خدارا
پاکستان کو تقویت پہنچایئے ۔ اسے کمزور نہ کیجیے ۔ اللہ تعالےٰ ہمیں عمل خیر کی توفیق عطا
فرمائے اور ملت مسلمہ میں اتحاد و اتفاق پیدا کرے آمین ۔ پاکستان پائندہ باد ۔

اعتذار

مجھے اپنی کم علمی کا اعتراف ہے ۔ جن جن حضرات کے تعاون سے یہ
گلدستہ تیار ہوا میں ان سب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں ۔ خصوصاً
جناب مولانا محمد مصطفےٰ صاحب جوہر کا کہ جنھوں نے باوجود اپنی علالت
کے کتاب کو سُنا اور رہنمائی فرمائی ۔ اور جناب مولانا کاظم نقوی
صاحب کہ انھوں نے مواد کی فراہمی اور عربی عبارتوں کے ترجمے
میں مدد فرمائی ۔ اگر ان دونوں حضرات کا تعاون نہ ہوتا تو شائد
کتاب کی یہ شکل نہ ہوتی ۔

سید زین العابدین (مرحوم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمدؐ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ

شریک دعوت اسلام ہیں ابو طالبؑ
نبی کو حق کا انعام ہیں ابو طالبؑ
حریم میں وحی میں الہام ہیں ابو طالبؑ
نزول وحی کا عنوان ہیں ابو طالبؑ
کہ چمن کے لائے غنچے وہ پھول ہو جائیں
پھر ان کی گود میں پل کہ رسول ہو جائیں
رسولؐ حق کے نگہبان ہیں ابو طالبؑ
نبیؐ ہیں دین تو ایمان ہیں ابو طالبؑ
بغیر لفظوں کا قرآن ہیں ابو طالبؑ
انہی کے دم سے ہوئی ابتدائے بسم اللہ
انہی نے نقطہ دیا زیرِ بائے بسم اللہ
پیمبری کی بلاؤں کا رد ابو طالبؑ
مدد خدا کی ہے شکل مدد ابو طالبؑ
نبیؐ کی ڈھال کا ہے گرد و قد ابو طالبؑ
نشانہ ختم رسل اور ذد ابو طالبؑ
جہاد اُن کا ہے پسِ منظر جہادِ علیؑ
علیؑ ہے بعد میں اُنکے یہ پہلے ہیں نادِ علیؑ
کہاں ہے تنگ نظر ہم سے بھی تو آنکھ ملا
ہے اُنکے کفر کا دعویٰ تو کچھ ثبوت دیکھا
کوئی تو رسم جہالت کی انکے گھر میں دیکھا؟
بتوں کے آگے نہ جھکا ان کا سر، نہ سر اپنا جھکا
خدا کے نور پہ اُوخاک ڈالنے والے
یہ بُت شکن کو ہیں گودی میں پالنے والے

معروف کتب پر مبنی کمپیوٹرڈ ڈی وی ڈی
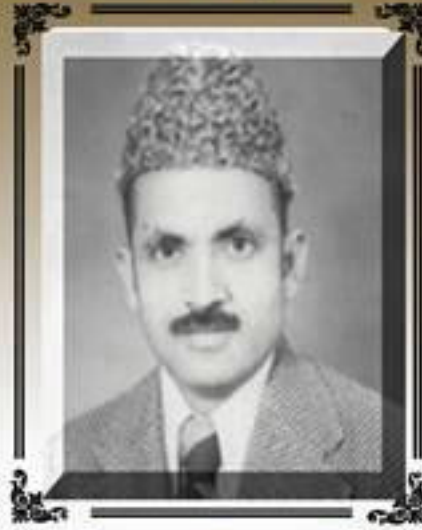
بیادِ سید وصی حیدر رضا زیدی

کتابوں کی لسٹ ڈی وی ڈی کور کی پشت پر ملاحظہ فرمائیں۔

خصوصی تعاون: حجۃ الاسلام سید نو بہار رضا نقوی (فاضل مشہد، ایران)

سگ درِ بتول: سید علی قنبر زیدی ۔ سید علی حیدر زیدی

التماس سورہ فاتحہ برائے ایصال ثواب سید وصی حیدر رضا زیدی ابن سید حسین احمد زیدی (مرحوم)